کرپشن، ظلم و زیادتی اور جہالت کے خلاف اعلان جہاد

WEEKLY WAZARAT Lahore

ہفت روزہ وزارت لاہور

چیف ایڈیٹر: طاہر قیوم چوہدری ایم اے

جلد نمبر 5 | 5 تا 12 مئی 2009ء صفحات 4 قیمت 10 روپے | شمارہ نمبر 17

شفیق باپ، عظیم استاذ، کامل شیخ کی دعاؤں سے محروم ہو گیا ہوں، مولانا زاہد الراشدی

ان کے مشن کو زندہ رکھنے اور اس پر چلنے کی اللہ توفیق بخشے ان کی ساری زندگی اتباع سنت میں گزری

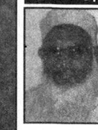

گوجرانوالہ (طاہر قیوم چوہدری) شفیق باپ، عظیم استاد اور کامل شیخ کی دعاؤں سے نہ صرف میں بلکہ ان کے لاکھوں شاگرد و معتقدین آج محروم ہو گئے ہیں ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے بڑے بیٹے ممتاز کالم نگار و شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی نے کیا انہوں نے کہا کہ والد مرحوم کے مشن کو زندہ رکھنے اور اس پر صحیح معنوں میں چلنے کی اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت والد مرحوم نے ساری زندگی اتباع سنت اور اپنے اکابرین کے مشن پر عمل پیرا ہونے میں گزار دی۔ اللہ رب العزت ہمیں بھی صحیح معنوں میں ان کا پیروکار بنائے۔

مدرسہ نصرۃ العلوم حضرات شیخین کے اخلاص کی نشانی ہے، مولانا محمد ریاض سواتی

وہ ہمارے مربی، شیخ، مرشد کامل اور انتہائی شفیق و مہربان چچا تھے اللہ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے

گوجرانوالہ (طاہر قیوم چوہدری سے) مدرسہ نصرۃ العلوم ہمارے حضرات شیخینؒ کے اخلاص وللّٰہیت کی نشانی ہے یہ ان حضرات کے جوتوں کا صدقہ ہے کہ اللہ نے ہمیں اتنی عزت بخشی ہے اور ہم سے بھی دین کا چھوٹا موٹا کام لے رہا ہے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا صوفی محمد ریاض خان سواتی ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم نے کیا انہوں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ ہمارے مربی، شیخ، مرشد کامل اور انتہائی شفیق و مہربان چچا بھی تھے اللہ رب العزت ان کی تمام دینی خدمات کو قبول فرما کر ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

امام اہلسنت، محدث عرب وعجم، سرتاج الاولیاء، استاذ المحدثین، زبدۃ الموحدین، ثانی ابوحنیفہؒ، شیخِ وقت، شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا الحاج محمد سرفراز خان صفدرؒ انتقال فرما گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آپؒ 1914 کو ڈھکی چیڑاں ضلع مانسرہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم، قرآن کریم ناظرہ اور ضروری دینی مسائل اپنے پھوپھی زاد سید فتح علی شاہ سے حاصل کی، 1931 میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا

کچھ ابتدائی کتب مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے پڑھیں، کوئٹہ، کلکتہ، اجمیر شریف، لاہور، ضلع سیالکوٹ کے گاؤں وڈالہ سندھواں پھر جہانیاں منڈی کا سفر کیا اور مختلف حضرات سے کسب فیض حاصل کیا

1938 میں گوجرانوالہ کے مدرسہ انوار العلوم میں محدث گوجرانوالہ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ فاضل دیوبند اور مولانا عبدالقدیر کیمل پوریؒ سے بھی کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی، کئی جگہوں پر امامت و خطیب کے فرائض بھی سرانجام دیئے

مشکل حالات میں دینی خدمات انجام دیں مگر کبھی بھی اپنی دینی غیرت و خودداری پر آنچ نہیں آنے دی۔ 1939 میں آپؒ دارالعلوم دیوبند میں چھوٹے بھائی مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے ہمراہ دورہ حدیث کیلئے تشریف لے گئے

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جیسی غیر معمولی ہستیوں سے فیض حاصل کیا، آپ کے زمانہ دارالعلوم میں طلباء کی تعداد 1995 اور دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد 333 تھی

آپ کے شاگردوں کی تعداد لاکھوں میں ہے آپ بڑے مہمان نواز، ملنسار، خوش اخلاق اور متبع سنت تھے، طویل عرصہ علیل رہنے کے بعد آج علی الصبح اپنے پسماندگان اور شاگردوں کو یتیم چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے

گوجرانوالہ (طاہر قیوم چوہدری) امام اہلسنت، محدث عرب وعجم، سرتاج الاولیاء، استاذ المحدثین، زبدۃ الموحدین، ثانی ابوحنیفہ شیخ وقت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ تقریباً 95 سال کی طبعی عمر پوری کر کے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ 1914 کو ضلع مانسہرہ کے گاؤں ڈھکی چیڑاں میں پیدا ہوئے آپ کے خاندان کا تعلق یوسف زئی قبیلے سے تھا آپ نے ابتدائی تعلیم قاعدہ، قرآن کریم و بنیادی مسائل اپنے پھوپھی زاد سید فتح علی شاہ سے حاصل کی کچھ ابتدائی کتب مولانا غلام غوث ہزاروی سے پڑھیں آپ کے ساتھ آپ کے چھوٹے بھائی مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ بانی مدرسہ نصرۃ العلوم بھی تھے پھر آپ دو حضرات شیخینؒ نے حصول تعلیم کیلئے بہت سے شہروں کے سفر کیلئے جن میں لاہور، کوئٹہ، کلکتہ، اجمیر شریف، ضلع سیالکوٹ کے گاؤں وڈالہ سندھواں اور جہانیاں منڈی وغیرہ ان مختلف علاقوں میں اہل علم سے علم وفنون و حدیث کی کتب پڑھیں پھر آپ 1938 میں گوجرانوالہ کی مشہور درسگاہ مدرسہ انوار العلوم میں محدث گوجرانوالہ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ (فاضل دیوبند) اور حضرت مولانا عبدالقدیر کیمل پوری (فاضل دیوبند) سے موقوف علیہ تک کی کتب پڑھیں پھر آپ دونوں بھائی 1939ء میں دنیا کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند دورہ حدیث کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں پر ٹیسٹ کے بعد آپ کو دورہ حدیث کی کلاس میں داخلہ مل گیا آپ کے ہم عصروں میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کندیاں شریف اور حضرت مولانا محمد یوسف پلندری والے بھی تھے یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جیسی نابغہ روزگار غیر معمولی ہستیاں اور دیگر بڑے بڑے اکابرین دیوبند میں درس حدیث دیتے تھے ان حضرات سے آپ دونوں بھائیوں نے کسب فیض حاصل کیا اور دورہ حدیث وسند حدیث حاصل کر کے اپنے آبائی علاقہ پھر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ آپ گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ نے گوجرانوالہ میں مدرسہ نصرۃ العلوم و جامع مسجد نور کی بنیاد رکھی پھر آپ بھی یہیں صدر مدرس مقرر ہوئے اور نصف صدی تک درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے چھوٹی کتب بھی پڑھائیں مگر نصف صدی تک بخاری شریف، ترمذی شریف اور ترجمہ و تفسیر آپ نے پڑھایا۔ آپ کے شاگردوں و فضلاء کی تعداد لاکھوں میں ہے آپ وقت کے بڑے پابند تھے۔ زہد و تقویٰ، للّٰہیت، اتباع سنت، ملنساری، مہمان نوازی آپ کی طبیعت کا حصہ تھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کو دیکھ کر روحانی سکون و اطمینان قلب نصیب ہوتا تھا۔ آپ اب کچھ عرصے سے علیل تھے مگر پھر بھی آخر وقت تک طبیعت کی شگفتگی، ملنساری، مہمانوازی اور حاضر دماغی ماشاء اللہ قائم و دائم رہی اللہ رب العزت نے ان کو بلا کا حافظہ و حاضر جوابی دی تھی۔ ہماری بدقسمتی کہ آج مورخہ 5 مئی 2009ء کی علی الصبح تہجد کے وقت میرے شیخ میرے مربی مجھ سمیت اپنے لاکھوں شاگردوں، مریدین اور پسماندگان کو یتیم چھوڑ گئے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ آپ کی تمام دینی خدمات کو قبول فرما کر آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین

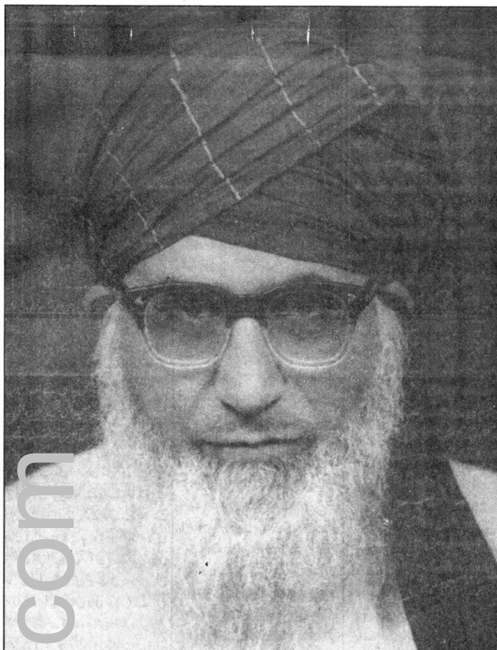

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

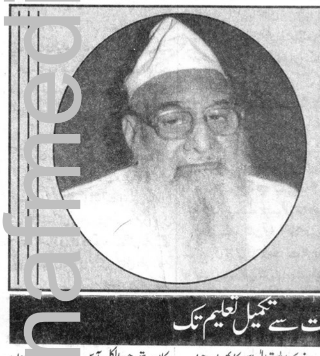

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

یتیمی کے حالات کو کبھی کبھی یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے یتیمی کی حالت میں بڑی غربت دیکھی ہے ہمارے پاس کبھی کبھی پہننے کیلئے جوتے نہیں ہوتے تھے اور ہمارے کپڑے بھی بہت پرانے ہوتے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں نے یتیمی دیکھی، بہت سارے نشیب و فراز دیکھے، تلخ و ترش حالات سے دوچار ہونا پڑا، دنیا کی دھوپ چھاؤں دیکھی، بھوک و غربت دیکھی لیکن غیرت و خودداری کے ٹھوس جذبے کو کبھی ٹھیس نہیں لگنے دی۔

میرے والد، میرے مربی

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی

رات ڈیڑھ بجے کے لگ بھگ فون کی گھنٹی بجی، فون اٹھایا تو دوسری طرف برادر عزیز قاری حماد الزہراوی صاحب تھے۔ دل دھڑکا کہ خدا خیر کرے، انہوں نے گلوگیر لہجے میں بتایا کہ حضرت والد صاحب مدظلہ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے اور اب بظاہر کوئی امید دکھائی نہیں دے رہی، زبان پر بے ساختہ دعا جاری ہوئی۔ ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ برادرم قاری راشد خان کا فون آیا اور انہوں نے روتے ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو امید کی آخری کرن بھی گل ہو گئی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے اہلیہ کو جگایا، وہ یہ اچانک خبر سن کر رونے لگ گئیں، تھوڑی دیر میں حاجی محمد فیاض خان سواتی صاحب کا فون آیا ہم نے ایک دوسرے سے تعزیت کی اور پھر گکھڑ جانے کی تیاری میں لگ گئے۔

اس سے چند گھنٹے پہلے میں نے عشاء کی نماز تلونڈی موسیٰ خان کے قریب گاؤں پیرو چک میں پڑھائی اور اس کے بعد درس دیا۔ درس کے دوران گفتگو اس مسئلہ پر آ گئی کہ اخبارات میں آپ کا ہفتہ کیسے گزرے گا؟ کے عنوان سے کہانت کا جو کاروبار چل رہا ہے یہ وہی کہانت ہے جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھی اور آپ نے جاہلیت کی دیگر بہت سے اقدار و روایات کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ تمہیں آنے والے کل کی خبر نہیں کہ تم کیا کرو گے اور آئندہ کل تو بہت دور ہے آج رات کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا کریں گے یا ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟ اس کے صرف چند گھنٹے کے بعد ہمارے ساتھ یہ کچھ ہو گیا جس کا صدمہ رہتی زندگی تک ہمارا ساتھ ساتھ رہیگا۔

والد محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ گزشتہ آٹھ نو برس سے صاحب فراش تھے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی یادداشت آخر وقت تک قائم رہی اور علمی دلچسپی کا سلسلہ بھی جاری رہا، نظر کمزور ہو گئی تھی اور کسی کو ویسے نہیں پہنچانتے تھے لیکن تعارف کرا دیا جاتا تو پھر ساری باتیں ان کو یاد آ جاتیں اور وہ جزئیات تک دریافت کرتے تھے۔ مجھے جمعہ کے دن شام کو تھوڑی دیر کیلئے حاضری کا موقع ملتا، جب بھی طبیعت کچھ بحال ہوت تو کسی نہ کسی کتاب سے کچھ سنانے کی فرمائش کرتے اور احادیث کی کسی کتاب میں سے چند احادیث سنا دیتا، ان کے سامنے پڑھتے ہوئے ڈر بھی رہتا تھا کہ چھوٹی سے چھوٹی غلطی بھی ان کی گرفت سے نہیں بچ پاتی تھی، چند ماہ قبل فرمانے لگے کہ لغت کی کوئی مستند کتاب تمہارے پاس ہو تو مجھے لا دو میں نے عرض کیا کہ آپ اسے اس حالت میں کیا کریں گے؟ فرمایا کہ کسی وقت ضرورت پڑ جاتی ہے۔ میں نے بازار سے ایک کتاب خرید کر پیش خدمت کر دی بہت خوش ہوئے۔ پھر ایک دن فرمایا کہ اللؤلؤ والمرجان مل جائے گی؟ میں نے عرض کیا کہ مل جائے گی۔ وہ بھی میں نے بازار سے لا کر پیش کر دی۔ گزشتہ ماہ میں برطانیہ کے سفر پر جانے لگا اور عرض کیا کہ واپسی پر عمرہ کا ارادہ بھی ہے، خوش ہوئے دعا دی اور فرمایا کہ سنا ہے کہ "مسند ابی یعلی" چھپ گئی ہے اگر مل جائے تو میرے لئے لیتے آنا۔ میں نے اسے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے متعدد کتب خانوں میں تلاش کیا مگر نہ ملی۔ واپسی پر جدہ میں اپنے میزبان قاری محمد اسلم شہزاد صاحب سے جو میرے ہم زلف ہیں عرض کیا کہ کتاب لئے بغیر واپس جانے کو جی نہیں چاہتا۔ حضرت والد صاحب نے فرمائش کی ہے اور وہ مل نہیں رہی۔ ہم نے ایک راؤنڈ جدہ کے کتب خانوں کا لگایا تو دو تین کتاب خانوں کی چھان بین کے بعد ایک مکتبہ میں وہ مل گئی اور مجھے بیحد خوشی ہوئی۔ مجھ سے زیادہ قاری صاحب خوش ہوئے، قیمت بھی مجھے ادا نہیں کرنے دی اور کہا کہ یہ ہدیہ میری طرف سے پیش کر دیں۔

جمعرات کو میں حرمین شریفین کے سفر سے واپس گھر پہنچا حسب معمول جمعہ کی شام کو حاضری دی تو طبیعت زیادہ خراب تھی۔ حضرت کے معالج ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب اور خادم خصوصی حاجی میر محمد لقمان اور مولانا محمد نواز بلوچ موجود تھے۔ میں نے کتاب دکھائی تو دیکھ کر اشارہ کیا کہ وہاں رکھ دو۔ کچھ دنوں سے مسلسل خاموشی تھی، کچھ کھا پی بھی نہیں رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ کوشش کریں کچھ کھا پی لیں اور باتیں بھی کریں۔ میں نے گزارش کی تو ایک آدھ گھونٹ پانی پیا اور پھر انکار کر دیا۔ میں نے سفر کے حالات کا تذکرہ شروع کر دیا تو ہلکا ہلکا اشارہ کرتے رہے ہماری کوشش تھی کہ کچھ بولیں مگر کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے ان کی نواسیوں کا ذکر کیا جو برطانیہ میں رہتی ہیں۔ میں نے ان کا نام لیا اور بتایا کہ میں ان کے پاس بھی گیا تو ہلکی سی توجہ کی اور اشارے سے ان کا حال پوچھا۔

بس میری یہ آخری ملاقات ہوئی، اس کے بعد ہم تین چار بھائی تھوڑی دیر کیلئے پھر ان کے پاس بیٹھے اور کچھ آپس کا حساب کتاب ان کے سامنے کیا۔ اس موقع پر ہم سب گھر والے یعنی میری اہلیہ، محمد عمار خان ناصر اس کی اہلیہ اور دونوں بچے صحت کا حال معلوم کرنے کیلئے گکھڑ گئے تھے اور یہ آخری ملاقات ہم سب کی اکٹھی ہوئی۔

چند دن پہلے کی بات ہے، ہم تین چار بھائی حسب معمول جمعہ کی شام کو ان کے پاس موجود تھے تو طبیعت میں بشاشت تھی مجھ سے قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون سی سورت میں ہے میں نے بتا دیا۔ خیال تھا کہ کسی مسئلہ کے حوالہ سے پوچھ رہے ہیں لیکن جب اسی آیت کے بارے میں دوسرا سوال کیا تو اندازہ ہو گیا کہ ویسے نہیں پوچھ رہے امتحان لے رہے ہیں۔ چھوٹے بھائی قارن عزیز الرحمٰن شاہد بھی موجود تھے جو جدہ میں رہتے ہیں اور ان دنوں گکھڑ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں آگے کر کے ان کی اوٹ میں ہو گیا اور پھر ان کا امتحان شروع ہو گیا، ان سے متعدد آیات کے بارے میں پوچھا اور جو آیت پوچھتے اس کے ساتھ یہ کہتے کہ اس سے پہلے والی آیت بھی سناؤ، ہمیں اس بات پر خوشی تھی کہ آج طبیعت ہشاش بشاش ہے اور بابا جی موڈ میں ہیں۔

میری حاضری پر وہ زیادہ تر ملکی حالات کے بارے میں دریافت کرتے۔ ان دنوں سوات کی صورت حال کے بارے میں سخت پریشان تھے۔ اخبارات سننے کا معمول تھا، حالات سے واقف رہتے تھے اور سوال و جواب بھی کرتے تھے۔ میرے کالم بھی اہتمام سے سنتے تھے اور ان کے بعض مندرجات کے بارے میں بات بھی کرتے تھے۔ میں نے ایک کالم میں لکھا تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے امتیوں کیلئے "آئیڈیل" ہیں۔ اس کے بعد حاضری ہوئی تو پوچھنے لگے کہ یہ آئیڈیل کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ اسوہ حسنہ کا آزاد ترجمہ ہے۔ ایک بار ایک حدیث سناتے ہوئے ایک لفظ پر میں اٹک گیا بعد میں حیرت بھی ہوئی کہ کئی دفعہ یہ حدیث پڑھنے پڑھانے میں آئی ہے یہ اٹک درمیان میں کیسے آ گئی؟ بہرحال میں جب اٹک گیا تو لفظ بھی بتایا اور اس کا مفہوم بھی بتایا۔ متعدد بار ایسا ہوا کہ کسی حدیث کی تلاش میں ذہن کام نہیں کر رہا اور تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تو وہ بتاتے کہ فلاں کتاب کے فلاں باب میں دیکھو اور وہ حدیث وہیں مل جاتی۔ یہ باتیں ان کی صحت کے دور کی نہیں بلکہ اس بیماری کے دور کی ہیں جبکہ وہ اپنی مرضی سے کروٹ بھی نہیں بدل سکتے تھے۔ لیکن ذہنی استحضار کا یہ عالم تھا کہ ہمیں رشک آتا تھا۔

وہ آج ہم سے جدا ہو گئے ہیں اور ہم آج بھی شام کو انہیں سنت کے مطابق رخصت کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، ملک بھر سے ٹیلی فون کا تانتا بندھا ہوا ہے مگر میں یہ سطور لکھنے میں مصروف ہوں تاکہ وہ دوست احباب بھی اس مرحلہ میں شریک غم ہو سکیں جو جنازے میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔ سچی بات ہے کہ ہم سب ایک دوسرے کی تعزیت کے مستحق ہیں، ان کا کوئی عقیدت مند تعزیت کیلئے آتا ہے تو میری کوشش ہوتی ہے کہ اس سے تعزیت کروں اس لئے کہ یہ اجتماعی صدمہ ہے، ملی صدمہ ہے اور عظیم دینی صدمہ ہے۔ مگر میں اس موقع پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ان خدام کو سب سے زیادہ تعزیت کا مستحق سمجھتا ہوں جنہوں نے ان کے صاحب فراش ہونے کے دوران سالہا سال تک ان کی خدمت کی۔ بالخصوص برادر عزیز قاری راشد صاحب جو ہمارے سب سے چھوٹے بھائی ہیں اور ان کے ساتھ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، حاجی میر محمد لقمان صاحب، مولانا محمد نواز بلوچ، نعیم بٹ، ہمارے بھانجے مولانا داؤد خان نوید اور گھر کی وہ بچیاں جو مسلسل خدمت میں مصروف رہیں اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازیں اور حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین

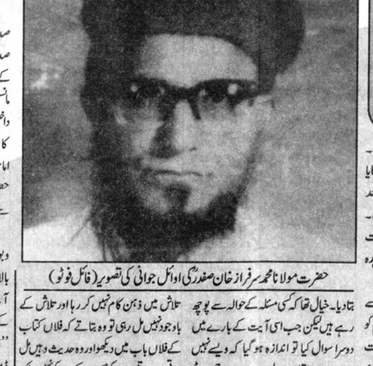

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی اوائل جوانی کی تصویر (فائل فوٹو)

ولادت سے تکمیل تعلیم تک

مولانا حافظ محمد یوسف
الشریعہ اکیڈمی

ولادت اور نام ونسب:۔ بیسویں صدی عیسوی کے دوسرے عشرے اور چودھویں صدی ہجری کے عشرہ ثالثہ میں مملکت پاکستان کے صوبہ سرحد کے علاقہ ہزارہ میں واقع ضلع مانسہرہ کی ایک غیر معروف بستی ڈھکی چیڑاں داخلی "کڑمنگ بالا" کے افق سے رشد وہدایت کا ایک آفتاب طلوع ہوا جس کو علمی دنیا میں امام اہل سنت، استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خانؒ کے نام سے شہرت دوام حاصل ہوئی۔

آپ نے 1914ء میں اس جہان رنگ وبو میں آنکھ کھولی۔ آپ کا آبائی گاؤں کڑمنگ بالا ہے جو شاہراہ ابریشم پر شنکیاری سے کچھ آگے اور بٹل سے پہلے واقع ہے۔ اس گاؤں کے بالائی طرف پہاڑ پر واقع ایک چھوٹا سا ڈیرہ "ڈھکی چیڑاں" کے نام سے موسوم تھا۔ یہی ڈیرہ آپ کی جائے پیدائش ہے۔ آپ کے برادر عزیز مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتیؒ بھی 1917 میں اسی مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ کا اسم گرامی محمد سرفراز خان، کنیت ابوالزاہد، تخلص صفدر اور لقب امام اہل سنت ہے۔ آپ نے ابوالزاہد کنیت اپنے بڑے فرزند مولانا زاہد الراشدی کے نام کی مناسبت سے اختیار کی، جبکہ تخلص "صفدر" کی وجہ آپ خود یہ بیان فرمایا کرتے تھے "میں دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا۔ میں ایک روز کسی وجہ سے کچھ تاخیر سے جماعت میں حاضر ہوا اور طلباء کی صفوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اپنی جگہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میرے استاد محترم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے مجھے یوں جلدی جلدی آتے دیکھا تو فوراً بول اٹھے 'صفدر آ رہا ہے'۔ تمام طلباء نیا نام سن کر مسکرا پڑے تو شیخ العرب والعجمؒ نے فرمایا یہ ہو صفدر ہے جو انشاء اللہ حق و باطل کی صفوں میں تمیز کریگا"۔ سبحان اللہ! کیسا سہانا وقت تھا اور کتنی مقبولیت کی گھڑی تھی کہ آپ کے استاد محترم کی زبان مبارک سے نکلا ہوا لفظ اللہ کی بارگاہ میں ایسا قبول ہوا کہ آپ زندگی بھر حق و باطل کی صفوں میں تمیز کرتے رہے۔ تمام فرق باطلہ کے عقائد باطلہ کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا علمی انداز میں رد کرتے رہے۔ بقول آپ کے "عزیز طلبہ! میں نے جو لکھی لڑائی لڑی ہے، یعنی جس جس جہت سے دین اسلام پر حملہ ہوا ہے میں نے بحمد اللہ تعالیٰ اس کا بھرپور جواب دیا ہے"۔

ممتاز اصحاب فضل وکمال نے آپ کی ہمہ جہت دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے فرط عقیدت سے آپ کو امام اہل سنت کے لقب سے موسوم کیا۔ مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب (جانشین محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ) اور شیخ الحدیث والتفسیر مولانا زرولی خاں صاحب کی تحریک پر سفر کراچی کے دوران اصحاب علم و دانش نے آپ کو اسی لقب سے سرفراز فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی عاجزی و انکساری کا یہ عالم کہ آپ اس لقب کی توجیہ ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے "میں امام اہل سنت صرف اس مفہوم و معنی میں ہوں کہ گوجرانوالہ شہر میں واقع گکھڑ میں اہل سنت کی ایک مسجد کا امام ہوں"۔

خاندانی پس منظر:۔ حضرت شیخ الحدیث کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔ "محمد سرفراز خان بن نور احمد خان بن گل احمد خان بن مولوی گل"۔ قومیت کے اعتبار سے آپ یوسف زئی پٹھان ہیں۔ یوسف زئی خاندان کا یہ حصہ ہزارہ کے علاقہ میں سواتی برادری کے نام سے معروف ہے۔ آپ کا خاندانی تعلق اسی سواتی برادری کی شاخ مندراوی سے ہے۔ ضلع مانسہرہ میں اور خاص طور پر شنکیاری سے ایک میل آگے اچھڑیاں گاؤں میں آج کل یہ برادری بڑی تعداد میں آباد ہے۔

آپ کے والد بزرگوار محترم نور احمد خان ایک نیک سیرت، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور باخدا انسان تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب اپنے ایک مضمون میں خود تحریر فرماتے ہیں "ہم نے جب ہوش سنبھالا تو والد مرحوم کو بالکل سفید ریش دیکھا۔ ایک بال بھی سر اور داڑھی میں سیاہ نہ تھا۔ بخلاف اس کے ہمارے دادا جی مرحوم بھی اس وقت زندہ تھے، ان کی داڑھی اور سر میں بال سیاہ بھی تھے اور ان کی عمر سو سال کے لگ بھگ تھی۔ جب دونوں باپ بیٹا اکٹھے ہوتے تو دیکھنے والوں کو الٹ شبہ پڑتا تھا۔ ہمارے گھر کے قریب کوئی اور مکان نہ تھا تقریباً دو فرلانگ فاصلہ پر ہمارے دادا صاحب مرحوم اور ان کے چھوٹے بھائی میری عالم خان مرحوم کے دو مکان تھے جو بالکل آس پاس [illegible] نے اپنی سہولت کیلئے مسجد [illegible] تھی۔ بحمد اللہ سبھی بزرگ متشرع اور پختہ نمازی تھے۔ ہمارے والد محترم نے گھر سے باہر ایک چبوترہ نماز کیلئے بنا رکھا تھا اور جانوروں سے اس کی بڑی حفاظت کیا کرتے تھے [illegible] سب نمازوں کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ یہی حال ہماری سوتیلی والدہ محترمہ کا تھا۔ والد محترم کبھی کبھی اذان خود بھی [illegible] مگر زیادہ تر مقابل میں دوسرے پہاڑ پر [illegible] موذن کی اذان پر نمازوں اور افطاری و [illegible] کا انحصار تھا۔ والد محترم اور اسی طرح دادا محترم [illegible] ان پڑھ تھے۔ جوانی کے دور میں والد محترم نے قرآن کریم کا پہلا پارہ [illegible] پڑھا تھا۔ اس کے بعض مقامات پڑھ لیا کرتے تھے [illegible] ہاں قرآن کریم کی بعض سورتیں [illegible] یاد تھیں، نماز اور تلاوت میں انہیں سورتوں کو پڑھتے تھے۔ عمر گو خاصی تھی، مگر صحت بفضلہ تعالیٰ [illegible] تھی اور اپنا تمام کاروبار خود کرتے تھے۔ ایک معمر نوکر رکھا تھا جو کوہ مری کے علاقہ کا تھا اور عباسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ بڑا پرہیزگار، متشرع، نمازی اور نہایت خدمت گزار تھا۔ ہمارے مال مویشی اکثر وہی چرایا کرتا تھا اور ہم بھی کبھی کبھی اس کے ساتھ مال مویشی چرانے کیلئے شرکت کرتے تھے۔ پانی خاصی دور تھا اور پانی بھی اکثر لایا کرتا تھا۔ ہمارا گھر گو اکیلا تھا، مگر مہمان بکثرت آتے رہتے تھے اور خصوصاً لمبی کے ہمارے پھوپھی زاد بھائی تو اکثر وہاں رہا کرتے تھے۔ خوب چہل پہل تھی۔ والد محترم بڑے مہمان نواز تھے۔ بٹ کس کی صاف شفاف ندی سے خود مچھلیاں پکڑ کر لاتے اور مہمانوں کی مچھلیوں اور اس کے علاوہ مرغوں اور گوشت سے خوب تواضع کیا کرتے تھے۔ جب کسی موقع پر کوئی مہمان نہ آتا تو خاصے پریشان دکھائی دیتے تھے، لیکن مہمانوں کے نہ آنے کا واقعہ سال میں کبھی کبھی پیش آتا تھا"۔

آپ کے والد محترم ریاست سوات کے ایک باعمل عالم دین، ولی کامل، خواجہ عبدالغفور اخوندؒ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ آپ روحانی تربیت و تزکیہ کیلئے اکثر اپنے شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہوتے اور درخواست کرتے کہ حضرت دعا فرمائیں "میری اولاد عالم دین ہو"۔ خداوند قدوس نے (بقیہ نمبر 2)

www.ahnafmedia.com

بقیہ نمبر 1

1943ء میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اگرچہ اس درس کا سلسلہ ملک عبدالحمید مرحوم کی ذاتی دلچسپی اور توجہ کا مرہون منت تھا لیکن آپ کے عالمانہ طرز بیان اور محققانہ طرز استدلال کی وجہ سے اس درس قرآن کی خوب شہرت ہوئی اور اس شہرت کی وجہ سے ملک عبدالحمید مرحوم کے بعد بھی درس کا یہ سلسلہ مستقل جاری رہا۔ اگرچہ بعض متعصب پرنسپلوں نے مسلکی اختلافات کی بناء پر اپنے انتظامی دور میں اس سلسلہ درس کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس درس قرآن کے سلسلہ میں جن پرنسپلوں نے پوری توجہ اور کوشش سے دلچسپی لی ان میں ملک عبدالحمید مرحوم کے علاوہ میاں عمر الدین اور میاں منیر احمد کے نام نمایاں ہیں۔

یہ زیر تربیت اساتذہ چونکہ فراغت کے بعد ملازمت کے سلسلہ میں ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں پھیل جاتے ہیں۔ اس لئے ملک بھر کے جن تعلیمی اداروں میں بھی اس درس قرآن میں شریک ہونے والے اساتذہ پہنچے وہیں وہیں اس درس کے حوالہ سے صاحب درس کی علمیت کا چرچا ہوتا چلا گیا۔ اور علمی حلقوں میں اسی درس قرآن کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس علمی شہرت کی بناء پر پرنسپل مرزا نثار عرف (لٹاں والی سرکار) نے محض مسلکی اختلاف کی بناء پر اس سلسلہ درس کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی حالانکہ اس درس قرآن میں نہ تو آپ اختلاف مسائل پر معاندانہ انداز میں بحث کرتے ابتدائی دور میں صرف پندرہ روپے ملتے تھ۔ آخر میں پچاس اس سے زیادہ نہیں ہوئے۔ آخری سالوں میں پرنسپل مذکور نے یہ بھی بند کر دیا اور کئی سال درس مفت ہوتا رہا۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کی یہ خدمات سراسر رضائے الٰہی کیلئے تھیں۔ جب تک جسمانی صحت نے اجازت دی یہ سلسلہ جاری رہا مگر معذوری بڑھ جانے پر مجبوراً اسے منقطع کرنا پڑا۔

آپ کے فتاوٰی:۔ فتوٰی نویسی ایک مستقل فن ہے جو اہم بھی ہے اور نازک بھی۔ اگرچہ گزشتہ صدی میں فتوٰی نویسی کا قلمدان بہت سے ناتجربہ کار یا ناعاقبت اندیش ہاتھوں میں چلا گیا۔ جس کی وجہ سے عرب وعجم کی پوری امت مسلمہ فتوٰی کفر وارتداد کے ثقیل پتھر کے نیچے کراہنے لگی۔ فتوٰی نویسی انتہائی دشوار کام ہے جس میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھ کر فتوٰی دینا ہوتا ہے۔ ایک اسلام کا اور ننانوے کفر کے تو اس لفظ کے استعمال کرنے والے پر اس وقت تک فتوٰی کفر نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ اپنی مراد معنی کفر سے معین واضح نہ کر دے فتوٰی نویسی میں تو حتی الامکان آدمی کو کفر سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے حتیٰ کہ یہ اصول ہے کہ اگر کسی نے ایسا جملہ استعمال کیا ہے جو بظاہر کفریہ ہے لیکن اس کی تاویل ہو سکتی ہے تو اس پر فتوٰی کفر نہ دیا جائے گا۔

فتوٰی نویسی جیسے دشوار ترین کام میں بھی آپ کا علم اپنے اکابر واسلاف کے نقش قدم میں راہ اعتدال سے نہیں ہٹا۔ آپ مدرسہ نصرۃ العلوم میں صدر مفتی بھی رہے اور ملک بھر کے علمی وتحقیقی حلقوں میں آپ کے فتاوٰی کو خاص قدر ومنزلت اور اہمیت حاصل ہے۔ ملک بھر کے بڑے بڑے مفتیان کرام بھی اپنے فتاوٰی پر آپ کی تائیدی وتصدیقی دستخط کروانے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں فتاوٰی جاری ہو چکے ہیں۔ اگرچہ آپ کی دیگر مصروفیات کی بناء پر مدرسہ نے دو مفتی رکھے ہوئے ہیں لیکن بڑے بڑے اور اہم فتوے پھر بھی آپ کی طرف سے جاری ہوتے رہے ہیں۔

سیاست کے میدان میں:۔ مزاجاً آپ اگرچہ سیاسی نہیں ہیں لیکن اپنے اکابر و اسلاف سے گہرے تعلق وربط کی بناء پر سیاست سے دلچسپی ضرور رکھتے تھے۔

1940 میں جب آپ دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے تو فرنگی دور تھا۔ تحریک آزادی عروج پر تھی۔ انگریز حکومت نے آپ کے استاد محترم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو گرفتار کر لیا۔ مولانا مدنی کی رہائی کیلئے دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا جو پہلا احتجاجی جلوس نکالا گیا اس کی قیادت آپ نے کی۔ فراغت کے بعد تدریسی مشاغل کی وجہ سے آپ عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے۔

1956ء میں جب جمعیت علماء اسلام کے دوسرے دور کا آغاز ہوا تو آپ بھی ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریک کیلئے جمعیت میں شامل ہو گئے اور عرصہ دراز تک جمعیت کے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور ضلع گوجرانوالہ کے امیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1968ء میں جمعیت کے وفد کے ساتھ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کا دورہ کیا۔ 1970ء کے عام انتخابات میں خود تو تدریس مصروفیات کی بناء پر حصہ نہ لیا لیکن جمعیت کے منتخب کردہ امیدواروں کی تائید و حمایت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ 1973ء کی تحریک سول نافرمانی (بحالی جمہوریت) میں گرفتاری کیلئے کارکن مہیا کرنے میں بھی آپ نے بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ اس تحریک میں آپ کے خصوصی تلامذہ قاری محمد یوسف عثمانی اور قاری عبدالقدوس عابد نے گرفتاریاں پیش کیں اور ظلم و بربریت کا نشانہ بنے۔ ۱۹۷۳ء کے سیلاب زدگان کیلئے جماعتی سطح پر آپؒ نے امدادی رقوم اور ضروریات زندگی کی اشیاء فراہم کیں۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپؒ نے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر خدمات سرانجام دیں۔ 1975ء میں جمعیت علماء اسلام نے شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں آل پاکستان نظام شریعت کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ تو بھٹو حکومت نے شیرانوالہ باغ میں کانفرنس کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہ کانفرنس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوئی۔ حکومت نے سیاسی انتقام کے طور پر مدرسہ نصرت العلوم اور اس سے ملحقہ جامع مسجد نور کو اوقاف کی تحویل میں لینے کا اعلان کر دیا۔ اس وقت کے صوبائی وزیر اوقاف رانا محمد اقبال نے اپنی تمام سیاسی وحکومتی سرگرمیاں اس مقصد کیلئے وقف کر دیں۔ ادھر جمعیت علماء اسلام نے شہر کے نوجوان سیاسی راہنما نوید انور نوید کی سربراہی میں ایکشن کمیٹی تشکیل دے دی اور باقاعدہ تحریک کا آغاز کر دیا۔ تین سو کے قریب افراد گرفتار ہوئے اس تحریک میں بھی آپ نے پوری پوری سرپرستی کی اور آپ کے تین بیٹے مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس قارن اور مولانا عبدالحق خان بشیر اس تحریک میں گرفتار ہوئے جو تقریباً چار ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں زیر حراست رہے۔ مجبوراً حکومت نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ 1977 کے عام انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے مقابلہ کیلئے دینی وسیاسی جماعتوں پر مشتمل پاکستانی قوم اتحاد کے نام سے نو جماعتی اتحاد معرض وجود میں آیا اور انتخابات میں دھاندلی کے بعد ان کے نتائج کو مسترد کرتے ہوئے تحریک نظام مصطفیٰ کا آغاز ہوا۔ اس تحریک میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اور ایک ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں گرفتار رہے۔ اس تحریک میں آپ کے صاحبزادہ حافظ عبدالحق خان بشیر بھی گرفتار ہوئے اور آپ کے ساتھ جیل میں رہے جبکہ آپ کے بڑے فرزند مولانا زاہد الراشدی نے پاکستان قومی اتحاد صوبہ پنجاب کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے بھرپور کردار ادا کیا۔ ایک ماہ کیمپ جیل لاہور میں قید رہے اور جناب حمزہ، اقبال احمد خان مرحوم اور دیگر قائدین کے ساتھ مل کر صوبائی سطح پر تحریک کی قیادت کی۔

خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیدار:۔ اسی دوران جیل میں ہی رات کو خواب میں آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیدار ہوا فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جیل میں ہی ہوں اور مجھے کسی نے اطلاع دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیرے ساتھ ملاقات کیلئے تشریف لائے ہیں، میں پریشان ہو گیا کہ جیل میں میرے پاس ان کی خدمت کیلئے کوئی چیز نہیں ہے میں نے دری بچھائی اتنے ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے میں نے انہیں دری پر بٹھایا اور عرض کی حضرت جیل میں اس وقت میرے پاس آپ کی خدمت کیلئے کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں قہوہ بنا لوں۔ آپ نے فرمایا فوراً بنا لو کیونکہ میں نے جلدی جانا ہے اور دجال کو قتل کرنا ہے۔ میں نے جلدی سے قہوہ بنایا۔ آپ نے نوش فرمایا اور تیزی سے چلے گئے۔

تصنیفی کارنامے:۔ تصنیف کے میدان میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ کی تصانیف میں قاری کیلئے تمام دلچسپیوں کا سامان فراہم ہوتا ہے۔ اردو ادب کی چاشنی، دلائل وبراہین کی بھرمار ظرافت، انداز بیان میں شائستگی اور نفس مسئلہ کے ہر پہلو پر نظر آپ کی تصانیف کی انفرادی خصوصیات ہیں۔ اب تک 60 کے قریب کتب تالیف فرما چکے تھے جو علماء اور عوامی حلقوں میں بیحد مقبول ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے مختلف موضوعات مثلاً رد بدعات، فاتحہ خلف الامام، سماع الموتیٰ وغیرہ پر متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی تعداد تقریباً ساٹھ تک جا پہنچی ہے۔ ان کتب میں ''راہ سنت'' جو رد بدعات پر مفصل اور باحوالہ کتاب ہے اس کو اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ اس کے تقریباً پندرہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور مانگ بدستور جاری ہے۔ آپ کی کتابوں پر حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ، حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات موجود ہیں۔

آپ کی کتابوں کا طرز واسلوب یہ ہے کہ مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ مسئلہ کے مخالف پہلو کو لے کر اس کے جوابات اس انداز سے دیئے جاتے ہیں کہ کتاب میں مناظرانہ رنگ نمایاں محسوس ہوتا ہے راہ حق کا متلاشی آپ کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد منزل کو پا لیتا ہے۔ حضرتؒ کی مشہور کتابیں راہ سنت، احسن الکلام، گلدستہ توحید، تبرید النواظر، باب جنت، حکم الذکر بالجہر، چالیس دعائیں، طائفہ منصورہ، تسکین الصدور، سماع موتیٰ، مقام ابی حنیفہؒ، تنقید متین، ختم نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں، عمدۃ الاثاث، تفریح الخواطر، ارشاد الشیعہ، ازالۃ الریب، اظہار العیب، اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ اول)، اتمام البرہان فی توضیح البیان (حصہ دوم)، اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ سوئم)، اتمام البرہان فی رد توضیح البیان (حصہ چہارم) ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب وحاضر وناظر، الشہاب المبین، المسلک المنصور، عبارات اکابر، بانی دارالعلوم، ضوء السراج، عیسائیت کا پس منظر، الکلام المفید، مسئلہ قربانی، آئینہ محمدی ﷺ، تبلیغ اسلام، اخفاء الذکر (حصہ دوم)، راہ ہدایت، حلیۃ المسلمین، دل کا سرور، شوق حدیث، صرف ایک اسلام، انکار حدیث کے نتائج، ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح، درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ وغیرہ وغیرہ۔

آج مورخہ 5 مئی 2009ء کی علی الصبح 2 بجے امام اہلسنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

بقیہ نمبر 2

آپ کی قلبی خواہش اور آپ کے شیخ طریقت کی دعا کو یوں قبول فرمایا کہ آج آپ کی اولاد کا علمی وروحانی فیض ہر سو عالم پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی اولاد حضرت شیخ الحدیث صاحب اور مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے علمی وتدریسی، تحقیقی وتصنیفی کارناموں نے دنیائے اسلام کو متاثر کیا ہے۔ آج ان کا نام دنیائے علم میں انتہائی ادب واحترام سے لیا جاتا ہے اور ان کو برصغیر کی عظیم شخصیتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

آپ کے والد محترم کی پہلی شادی اپنے حقیقی چچا محمد خان مرحوم کی بیٹی رحمت نور مرحومہ سے ہوئی۔ (یہ حضرت شیخ الحدیث صاحب وحضرت صوفی صاحبؒ کی سوتیلی والدہ محترمہ تھیں اور قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں گکھڑ میں ان کی وفات ہوئی اور یہیں وہ مدفون ہیں) ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس نومولود کا نام خواجہ عبدالغفور خوند کے نام کی مناسبت سے عبدالغفور رکھا گیا لیکن تقدیر الٰہی غالب آ گئی اور ان کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد تقریباً تیس سال تک حضرت شیخ کے والد محترم کے ہاں باوجود والدہ مرحومہ کے علاج معالجہ کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

جب آپ کے والد محترم کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہوئی تو آپ کی سوتیلی والدہ مرحومہ اور خاندان کے بعض دیگر بزرگوں نے اولاد کی غرض سے ان کو دوسری شادی پر مجبور کیا تو ابتدا میں تو وہ پہلو تہی کرتے رہے مگر بالآخر وہ بھی راضی ہو گئے اور ڈنہ کے مقام کے چیچی خاندان کی پندرہ وسولہ سال کی ایک خاتون سے جن کا نام بی بی بخت آور تھا خاصی کش مکش کے بعد نکاح ہو گیا۔ دونوں کی عمروں کی نامناسب ہونے کی وجہ سے بعض رشتہ دار ابتدائی مرحلہ میں سخت مخالف تھے۔ بالآخر یہ سب راضی ہو گئے۔ یہ حضرت شیخ کی حقیقی والدہ محترمہ تھیں۔ شادی کے بعد ان کے بطن سے ۱۹۱۱ء میں ایک بیٹی حکم جان پیدا ہوئی۔ دوسرا بیٹا ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوا جس کا نام محمد سرفراز خان رکھا گیا جو بعد میں امام اہلسنت، استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر کے نام سے معروف ہوئے۔ تیسرا ہونہار فرزند ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوا جن کو علمی دنیا میں مفسر قرآن، شیخ المفسرین، الحدیث حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے نام سے شہرت دوام حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء میں ایک بیٹی بی بی خانم مرحومہ پیدا ہوئی (جن کی وفات ۱۹۴۴ء میں لاہور ہوئی اور وہ باغبانپورہ کے قبرستان میں مدفون ہیں کیونکہ اس وقت ان کے خاوند دولت خان ساکن اچھڑیاں وہاں ٹیکسالی میں ملازم تھے۔ ۱۹۲۰ء میں جب بی بی خانم مرحومہ پیدا ہوئیں تو ابھی تقریباً وہ چالیس دن کی تھیں کہ ان کی حقیقی والدہ بی بی بخت آور مرحومہ چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو کر تقریباً پچیس سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ یوں یہ چاروں بہن بھائی اپنی حقیقی ماں کی مامتا سے محروم ہو گئے اور وہ بھی اپنے معصوم بچوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے آخرت کو روانہ ہو گئیں۔ ان کے دل میں کیا کیا حسرتیں ہوں گی، کون اندازہ کر سکتا ہے! ان تمام حسرتوں کے عوض اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس مرحمت فرمائے۔ حقیقی والدہ کے انتقال سے پہلے بھی چاروں بہن بھائی سوتیلی والدہ کی گود میں رہتے تھے اور حقیقی والدہ کی وفات کے بعد تو گود وہی تھی۔ حضرت شیخ صاحبؒ اپنی سوتیلی والدہ محترمہ کے حسن سلوک کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ''یہ بالکل ایک حقیقت ہے کہ ایسی نیک دل خدمت گزار، ہمدرد اور شفیق ومہربان سوتیلی والدہ شاید کسی کو میسر ہوئی ہو جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مرحمت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین''۔

تعلیم کا آغاز:۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے جب ہوش سنبھالا تو زمینداری طریقہ سے گھر کے سب کام کاج میں ہاتھ بٹانے لگے لیکن آپ کے والد مرحوم کو آپ کی تعلیم کی بے حد فکر تھی اور اس پسماندہ اور غیر معروف بستی میں تعلیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن حسن اتفاق سے آپ کے ایک پھوپھی زاد بھائی محترم سید فتح علی شاہ صاحب بن سید دین علی شاہ صاحب مرحوم ساکن لمبی بٹل میں واقع ایک سکول میں چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں جب آپ تیرہ برس کی عمر کو پہنچے تو آپ کے والد محترم نے آپ کو اپنے بھانجے سید فتح علی شاہ صاحب کی نگرانی میں بٹل کے سکول میں پہلی جماعت میں داخل کروا دیا۔ اس وقت آپ کی رہائش بٹل کی ایک بڑھیا خاتون کے ہاں تھی۔ اس بڑھیا کا گھر یعقوب خان مرحوم کے گھر کے قریب ہی تھا۔ حضرت شیخ اس خاتون کے ہاتھ کے پکے ہوئے لذیذ کھانوں کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ اپنے ایک مضمون میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ مکئی کی روٹی اور کڑی اس مائی کے ہاتھ کی پکی ہوئی اب تک یاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔

آپ کے پھوپھی زاد بھائی سید فتح علی شاہ نہ معلوم وجوہ اور اسباب کی بناء پر بٹل سے ملک پور چلے گئے اور وہاں فقیرا خان مرحوم کی مسجد میں بحیثیت امام اپنے فرائض سرانجام دینے لگے اور شیر پور کے مڈل سکول میں داخل ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے والد مہتمم بھی آپ کو ملک پور چھوڑ آئے۔ اس وقت آپ کی رہائش ملک پور کی مسجد میں سید فتح علی شاہ کے پاس تھی اور حصول تعلیم کیلئے آپ اپنے برادر محترم کے ہمراہ روزانہ شیر پور کے مڈل سکول میں جایا کرتے تھے۔ آپ نے شیر پور کے مڈل سکول سے دوسری جماعت پاس کی اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے برادر مہتمم سے قاعدہ ناظرہ قرآن کریم اور ضروری دینی مسائل کی تعلیم حاصل کی۔

برادر محترم نے شیر پور میں مڈل سکول پاس کر لیا اور آپ دوسری جماعت سے تیسری جماعت میں پہنچ گئے۔ اسی موقع پر آپ کے والد محترم نے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی کو بھی حصول تعلیم کیلئے ملک پور پہنچا دیا۔ یہ حضرت صوفی صاحب کا پہلا سفر تھا لیکن چونکہ اپنے ہی رشتہ دار چند ہم عصر ساتھی پہلے سے وہاں موجود تھے۔ اس لئے انہوں نے کوئی زیادہ تکلیف محسوس نہ کی۔ (اس زمانہ میں اخبار زمیندار بہت عروج پر تھا اور افغانستان میں بچہ سقہ کی شورش کی سہ سرخیاں اخبارات میں نمایاں ہوئی تھیں)۔

اس زمانہ میں بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور محترم جناب غلام احمد (عرضی نویس) کی کوششوں سے ایک دینی مدرسہ اصلاح الرسوم کے نام سے قائم ہوا اور سید فتح علی شاہ اس مدرسہ میں داخل ہو گئے اور رہائش مانسہرہ کے قریب گنڈا کی مسجد میں رکھی۔ حضرت شیخ اور حضرت صوفی صاحب دونوں بھائی ملک پور سے کوچ کر کے گنڈا چلے گئے اور مانسہرہ کے مدرس اصلاح الرسوم میں داخل ہو گئے۔ حضرت شیخ تیسری جماعت اور حضرت صوفی صاحب ابتدائی جماعت میں تھے۔ اس مدرسہ میں حضرت شیخ نے تیسری جماعت تکمیل کی اور دینی مسائل پر مشتمل ابتدائی کتاب تعلیم الاسلام اور نحو کی ابتدائی کتاب نحو میر حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی سے پڑھی۔ اس مدرسہ میں زیر تعلیم طلبہ کو فن تقریر بھی سکھایا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی استعداد کے مطابق تقریر کا فن بھی سیکھا اس دوران دونوں بھائی پیدل ہی گھر آ جایا کرتے تھے۔ اس وقت بس وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور آپ کے والد محترم بھی اکثر خبر گیری کیلئے تشریف لاتے اور دیکھ بھال کر تسلی دے کر کچھ رقم دے کر چلے جاتے۔

کٹھن اور مشکل حالات:۔ اس اثناء میں آپ کے دادا محترم غالباً ۱۹۳۰ء کو رمضان المبارک کے مہینہ میں بحالت روزہ وفات پا گئے۔ چونکہ اس وقت سواری کا انتظام نہ ہوتا تھا اس لئے دونوں بھائیوں کو اطلاع نہ بھیجی جا سکی، جبکہ گنڈا اور آپ کے گھر کے درمیان چھبیس میل کی مسافت تھی۔ دادا محترم کے انتقال کے ایک سال بعد رمضان المبارک ہی کے مہینہ میں ۱۹۳۱ء کے قریب آپ کے والد محترم کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر دونوں بھائی حضرت شیخ اور حضرت صوفی صاحب گھر میں ہی تھے۔ چنانچہ دونوں بھائی اپنے دیگر رشتہ داروں کے ساتھ والد مرحوم کی تجہیز وتکفین میں شریک ہوئے اور آپ کے والد مرحوم کو ''پادرے'' کے قبرستان میں ان کے والد محترم (حضرات شیخین کے دادا مرحوم) کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اسی پادرے کے قبرستان میں آپ کی حقیقی والدہ محترمہ بھی مدفون ہیں۔

آپ کی حقیقی والدہ محترمہ تو پہلے ہی انتقال فرما چکی تھیں اور پھر ۱۹۱۳ء میں والد محترم کے انتقال کے بعد ایک سخت ابتلا وآزمائش کا دور شروع ہوا۔ حضرت شیخ صاحب کبھی کبھی اس زمانہ کو یاد کر کے خود فرمایا کرتے تھے ''ہم نے یتیمی کی حالت میں بڑی غربت دیکھی ہے، ہمارے پاس کبھی کبھی پہننے کیلئے جوتے نہیں ہوتے تھے اور ہمارے کپڑے بہت پرانے ہوتے تھے''۔ بہرحال یتیموں کی داستان خاصی دردناک اور طویل ہوا کرتی ہے جس سے حضرات شیخین کو بھی دوچار ہونا پڑا۔ حضرت شیخ کی زندگی میں بہت سارے نشیب وفراز آئے، تلخ وترش حالات سے دوچار ہوئے، دنیا کی دھوپ چھاؤں دیکھی، لیکن غیرت وخودداری کے ٹھوس جذبے کو کبھی ٹھیس نہیں لگنے دی۔ آپ کو یہ پاکیزہ جذبہ اپنے آباؤ اجداد سے موروثی طور پر ملا تھا۔ چنانچہ آپ کے والد محترم کے انتقال کے بعد آپ کی آبائی زمین پر لوگ صرف اس وجہ سے قابض ہو گئے تھے کہ یہ زمین آپ کے خاندان کے نام نہ تھی جس کی وجہ بھی یہی تھی کہ آپ کے آباؤ اجداد میں غیرت وخودداری بدرجہ کمال موجود تھی۔

جب مانسہرہ میں ایک انگریز افسر زمینوں کے سرکاری کاغذات وغیرہ بنانے کیلئے آیا تو لوگوں نے آپ کے دادا گل احمد خانؒ کو توجہ دلائی کہ کاغذات وغیرہ بنوا کر زمین اپنے نام لکھوا لو۔ انگریزوں کی نفرت ان کے رگ و پے میں اس قدر سمائی ہوئی تھی کہ انہوں نے زمین کے کاغذات وغیرہ بنوانے کیلئے بھی اس قوم کے ایک انگریز افسر کے پاس جانا بھی مناسب نہ سمجھا اور جواب دیا ''میں اس سور کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا''۔ والد مرحوم کے انتقال کے بعد بظاہر تحصیل علم کے تمام اسباب مسدود ہو گئے تھے لیکن جب مسبب الاسباب کسی خوش قسمت کو اپنے دین متین کی خدمت کیلئے منتخب فرما لیں تو اسباب خود ہی مرحمت فرما کر اسباب اور راحت وآسائش کی دنیا میں پلنے، بڑھنے والوں پر اپنی شان بے نیازی ظاہر فرماتے ہیں تاکہ ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ وہ قادر مطلق ناتواں اور کمزوروں سے بھی خدمت دین کا کام لینے پر قادر ہے۔ آپ کے والد محترم کی وفات کے بعد خاندان کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ اس کے بعد آپ سب بہن بھائی اور سوتیلی والدہ محترمہ کبھی اکٹھے نہیں رہ سکے۔ کہیں دو اکٹھے ہو جاتے اور کہیں تین، آپ کی سوتیلی والدہ محترمہ اور چھوٹی ہمشیرہ بی بی خانم مرحومہ کو آپ کی سوتیلی والدہ کے بھانجے حاجی گوہر امان اچھڑیاں لے گئے۔ بڑی ہمشیرہ کو پھوپھی درمرجان صاحبہ لمبی لے گئیں جن کے فرزند سے آپ کے والد مرحوم اپنی زندگی میں ہی ان کی منگنی کر چکے تھے۔ حضرات شیخین دونوں بھائی کبھی لمبی اور کبھی اچھڑیاں اور کبھی کورے میں اور زیادہ تر مسجدوں میں وقت گزارتے۔ گھر کا اثاثہ، سامان اور جانور کچھ اس انداز سے تقسیم کئے گئے کہ آج تک وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان سے فائدہ کس کس نے اٹھایا۔ اس دور میں سید فتح علی شاہ مرحوم کی شادی ہو گئی اور وہ باوجود شوق کے تعلیم جاری نہ کر سکے اور اکثر گھر ہی میں رہنے لگے اور حضرات شیخین گنڈا سے نکل کر ادھر ادھر چلے گئے۔

والد مرحوم کی وفات کے بعد گھر کے اجڑنے اور گنڈا سے نکل چکنے کے بعد تھوڑے عرصہ میں خاصی جگہیں بدلنا پڑیں چنانچہ آپ کچھ عرصہ بٹل میں پڑھتے رہے اس کے بعد ہروڑی پائیں میں حضرت مولانا نخی شاہؒ کے پاس رہے۔ وہاں نور الایضاح اور صرف کی کچھ ابتدائی گردانیں یاد کیں۔ اس کے بعد کھکھو میں حضرت مولانا عیسیٰؒ کے پاس رہے اور سنگل کوٹ میں مولانا احمد نبیؒ صاحب کے پاس رہے اور نحو میر کا کچھ حصہ پڑھا پھر بائی پائین میں کچھ عرصہ رہے لیکن ان تمام جگہوں میں تعلیم کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا اور تعلیمی کام نہ ہونے کے برابر رہا۔ اس دوران حضرت صوفی صاحبؒ زیادہ تر اچھڑیاں اور کورے میں رہے اور کبھی کبھار لمبی چلے جاتے۔

اس اثناء میں ایک خوش قسمت اور نیک دل بزرگ نے آپ کو مشورہ دیا کہ تمہارا وطن میں کیا دھرا ہے، کہیں جا کر تعلیم حاصل کرو۔ چنانچہ حضرت شیخ اپنے برادر عزیز حضرت صوفی صاحبؒ کو ساتھ لیکر ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ حصول علم کیلئے روانہ ہوئے۔ کیا ہی صاحب بصیرت تھے وہ رجل مومن جنہوں نے مستقبل کی ان دو عبقری شخصیات کو حصول علم کا مشورہ دیا اور رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے نکلی ہوئی اس خوش خبری کا مصداق ٹھہرے۔ الدال علی الخیر کفاعلہ نیکی اور خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنیوالے کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ دونوں بھائی سفر کرتے رہے کوئٹہ (بلوچستان) جا پہنچے اور وہاں کوئٹہ کے متصل ایک بستی میں ایک پرانے طرز کے مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ یہ مدرسہ ایک مسجد میں قائم تھا اس مدرسہ میں ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں لیکن کچھ عرصہ بعد نہ معلوم وجوہ کی بناء پر دونوں بھائی کوئٹہ سے عازم سفر ہوئے اور کلکتہ جا پہنچے وہاں کچھ دن رہ کر پھرتے پھراتے پھر وطن پہنچ گئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ دوبارہ اپنے ایک رفیق سفر کے ہمراہ جو چشہ بٹہ کا رہنے والا تھا عازم سفر ہوئے اور اجمیر شریف جا پہنچے کچھ عرصہ اجمیر شریف قیام کے بعد دوبارہ وطن واپس آ گئے۔

اجمیر شریف سے واپسی پر آپ شیڑ کے مقام پر گجر برادری کی ایک مسجد امامت کرنے لگے۔ اس مسجد کے آس پاس کوئی گھر نہ تھا۔ کبھی کچھ لوگ نماز کیلئے آ جاتے تو جماعت ہو جاتی اور کبھی کوئی نہ آتا تو آپ اکیلے ہی اذان کہہ کر نماز پڑھ لیتے۔ ان دنوں آزاد قبائل انگریز کیخلاف برسرپیکار تھے جن کی قیادت مشہور مجاہد مولانا اللہ داد خان کرتے تھے۔ لمبی سے تقریباً دو میل کی مسافت پر آزاد علاقہ شروع ہوتا تھا، جہازوں کی بمباری کے علاوہ توپوں مشین گنوں حتیٰ کہ رات کے وقت رائفلوں کی فائرنگ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حضرت شیخ نے ان دنوں شوق جہاد میں ایک تلوار بھی خریدی جبکہ آپ کے پاس بندوق تو پہلے ہی سے موجود تھی۔

لمبی کے ایک بزرگ سید محمود شاہ نے ایک مرتبہ آپ کو پاس بٹھا کر بڑے نرم لہجہ میں آپ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''سرفراز! تو خاصا ذہین اور محنتی آدمی ہے اور ابھی تمہاری عمر بھی کوئی زیادہ نہیں، کہیں جا کر علم حاصل کر اور ان گوجروں کی مسجد میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرو''۔ ان کی اس نصیحت کا دل پر گہرا اثر ہوا، چنانچہ دفعتاً آپ کا وہاں سے دل اچاٹ ہو گیا اور آپ اپنے پھوپھی زاد بھائی محمد ایوب خان اور حضرت صوفی صاحبؒ کے ہمراہ ہری پور جا پہنچے وہاں سے کھلابٹ ہوتے ہوئے دوڑ کی ندی کے کنارے پرنام کی ایک چھوٹی سی بستی میں مقیم ہو گئے اور پکا پیالہ میں دن کو جا کر سبق پڑھ آتے اور رات کو اپنے مستقر پر آ جاتے۔ پہاروں نامی بستی کے ایک معمر بزرگ جناب سکندر خان آپ کے کھانے وغیرہ کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت صوفی صاحب سوتیلی والدہ مرحومہ اور چھوٹی حقیقی ہمشیرہ مرحومہ کے پاس واپس اچھڑیاں چلے آئے جبکہ آپ خانپور (جوہری پور سے جنوب مشرق کی طرف روہی کی ندی کے کنارے سرسبز علاقہ ہے اور راجوں کا خان پور کہلاتا ہے) چلے گئے اور وہاں لوہاروں کی ایک مسجد میں قیام پذیر ہو گئے اور اسی مسجد کے امام حضرت مولانا عبدالعزیزؒ سے صرف کی ابتدائی کتابیں شروع کر دیں۔ آپ چند ماہ وہاں رہے اور یہاں بھی تعلیمی کام نہ ہونے کے برابر رہا۔ اس دوران آپ اکثر اوقات حضرت مولانا عبدالعزیزؒ کی بکریاں چرایا کرتے تھے، آپ دو تین میل باہر پہاڑوں پر چلے جاتے اور وہاں سے بکریوں کیلئے چارہ وغیرہ لاتے۔ اس دوران مولانا عبدالعزیز نے اپنی ہی برادری کی ایک لڑکی سے آپ کی شادی کرنے کی سعی شروع کر دی۔ جب آپ کو اس کا پتہ چلا تو آپ واپس چلے آئے اور وہاں سے اپنے برادر عزیز حضرت صوفی صاحبؒ کو لیکر لاہور چلے آئے۔

حصول علم کیلئے لاہور آمد:۔ آپ اپنے برادر عزیز کے ہمراہ حصول علم کیلئے مصری شاہ لاہور پہنچے اس زمانہ میں مصری شاہ لاہور میں ایک داڑھی منڈھے مولوی صاحب رہتے تھے جن کا نام عبدالواحد تھا اور عرب استاد کے نام سے مشہور تھے۔ موصوف صرف ونحو میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ عربی زبان بڑی روانی سے بولتے تھے اور پشتو بھی بڑی فصیح اور سلیس بولتے تھے۔ ان کی علمی شہرت کی وجہ سے ان کے پاس دور دراز سے طلباء نحو کی مشکل اور دقیق کتب ''عبدالغفور'' اور ''مغنی اللبیب'' وغیرہ پڑھنے کیلئے آتے تھے۔ دونوں بھائیوں کی جب عرب استاد صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ طلباء پڑھنے کا بے حد شوق رکھتے ہیں لیکن ناتجربہ کاری کی وجہ سے کسی نامناسب تعلیمی درسگاہ میں نہیں پہنچ سکے تو انہوں نے دونوں بھائیوں کو تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں واقع ایک گاؤں مرہانہ میں حضرت مولانا غلام محمدؒ کے پاس بھیج دیا، چنانچہ حضرت شیخ صاحب اپنے برادر عزیز اور ایک طالب علم مولوی عبدالحق ساکن کھکھو کو لے کر مرہانہ پہنچے لیکن جب یہ تینوں ساتھی مرہانہ پہنچے تو تعلیمی داخلہ بند ہو چکا تھا۔ نیز یہ تینوں ابتدائی کتب کے طلباء تھے اور مرہانہ کی تعلیمی درسگاہ میں طلباء کی تعداد پہلے ہی سے زیادہ ہو چکی تھی اس لئے حضرت مولانا غلام محمدؒ نے داخلہ سے تو معذوری ظاہر کر دی لیکن اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزائے خیر دے کہ انہوں نے ان کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے انہیں مرہانہ سے چند میل کی مسافت پر واقع ایک قصبہ وڈالہ سندھواں میں حضرت مولانا محمد اسحٰق رحمانی ساکن چونیاں منڈی کی خدمت میں بھیج دیا۔

باقاعدہ تعلیم:۔ حضرت شیخ اور حضرت صوفی صاحبؒ کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ضلع سیالکوٹ کے اسی مشہور قصبہ وڈالہ سندھواں سے ہوا۔ اس قصبہ میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی کے ایک شاگرد حضرت مولانا اسحاق رحمانی مسند تدریس پر رونق افروز تھے۔ آپ غضب کے ذہین بہترین مدرس اور چوٹی کے مقرر تھے۔ مسلکاً اہلحدیث تھے مگر خاصے معتدل تھے۔ فروعی مسائل میں نزاع اور اختلاف پسند نہ کرتے تھے۔ جب حضرت شیخ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ سے داخلہ کا امتحان لیا اور معرفہ ونکرہ کی تعریف دریافت فرمائی اور پھر بعض سوالات کئے۔ جب آپ نے فی الفور صحیح جوابات دے دیئے تو بہت خوش ہوئے اور آپ کو اور آپ کے برادر عزیز کو داخلہ دے دیا۔ وڈالہ سندھواں کی مرکزی دومنزلہ مسجد میں تقریباً دو سال آپ مولانا محمد اسحاقؒ کے پاس زیر تعلیم رہے۔ آپ نے سبعہ معلقہ، شرح جامی اور قطبی تک کتابیں وڈالہ سندھواں ہی میں پڑھیں جبکہ حضرت صوفی صاحبؒ نے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ تقریباً دو سال کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ اپنے اک اور رفیق درس مولانا سید امیر حسین شاہ ساکن تھب تحصیل باغ ضلع پونچھ کے ہمراہ بغیر اطلاع وڈالہ سندھواں سے چلے گئے۔

جب حضرت صوفی صاحب وڈالہ سندھواں سے بغیر کچھ بتلائے چلے گئے تو حضرت شیخ وڈالہ سندھواں میں اکیلے رہ گئے۔ پھر کچھ دنوں بعد آپ ان کی تلاش میں نکلے۔ غربت کا زمانہ تھا رقم پاس نہ تھی چنانچہ پیدل ہی وہاں سے گوجرانوالہ پھر قلعہ دیدار سنگھ پھر حافظ آباد اور پھر وہاں سے ونیکے تارڑ پہنچے۔ ان تمام مقامات پر اس زمانہ میں دینی کتب پڑھائی جاتی تھیں اور بیرونی طلباء پڑھتے تھے، مگر ان مقامات پر حضرت صوفی صاحب کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ بالآخر آپ کشتی کے ذریعے دریائے چناب کو عبور کرتے ہوئے قادر آباد اور پھر وہاں سے ''انہی'' کی مشہور درسگاہ میں جا پہنچے جہاں ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ یادگار اسلاف حضرت مولانا ولی اللہؒ (جانشین ماہر معقول ومنقول حضرت مولانا غلام رسولؒ) پڑھاتے تھے۔

انہی کی درسگاہ بلامبالغہ برصغیر کی مشہور درسگاہوں میں سے ایک ہے جہاں ممتاز اصحاب علم وکمال زیر تعلیم رہے۔ یہ درسگاہ پہلے تو ماہر معقول ومنقول حضرت مولانا غلام رسولؒ کے دم قدم سے آباد رہی پھر آپ ہی کے شاگرد رشید استاذ العلماء حضرت مولانا ولی اللہؒ کی محنت اور توجہ نے اس کو مرکز علم وعرفان بنا دیا۔ مختلف علاقوں سے ذہین اور باذوق طلباء کا اس چھوٹے سے قصبے میں ہجوم رہتا تھا۔ حضرت شیخ بھی حضرت صوفی صاحب کو تلاش کرتے ہوئے انہی کی اس درسگاہ میں پہنچ کر شریک درس ہو گئے۔ آپ انہی سے چند میل دور گکہ میں مقیم ہو گئے جہاں کشمیر کے مولانا عبدالمجید صاحب بھی رہتے تھے۔ صبح سویرے دونوں ہی پیدل چل کر انہی آ جاتے اور سبق پڑھ کر ظہر تک واپس چلے جاتے۔

انہی میں طریقہ تعلیم یہ تھا کہ طالب علم ہر فن کی کتاب کا مطالعہ کرتا اور خوب سمجھ کر کتاب کا مطلب استاد کے سامنے بیان کر دیتا اور غلطی پر استاد اس کی اصلاح کر دیتے۔ اس طریقہ سے طالب علم بمشکل ایک دو سبق ہی حل کر سکتا۔ نہایت ہی ذہین طالب علم تین اسباق پڑھ سکتا تھا۔ اس طرز سے طلباء میں مطالعہ اور کتابوں کو سمجھنے اور حل کرنے کا جذبہ بخوبی اجاگر ہوتا تھا۔ آپ نے اسی طریقہ تعلیم سے اس مشہور درسگاہ میں سے درس نظامی کی دقیق اور مشکل کتب خیالی، میبذی اور ملا حسن وغیرہ پڑھیں۔

پھر آپ نے اپنے برادر عزیز کی تلاش میں رخت سفر باندھا اور انہی سے پکھی، منڈی بہاؤالدین، ملکوال، پنڈدادخان، بھیرہ، خوشاب سے ہوتے ہوئے شاہ پور اور پھر وہاں سے سرگودھا اور وہاں سے تقریباً بیس میل دور جہاں آباد پیدل پہنچے جہاں سے آپ کو اتنا معلوم ہوا کہ صوفی صاحب بمع اپنے رفیق کے یہاں آئے تھے اور کچھ دن یہاں رہے ہیں اور پھر چلے گئے ہیں چنانچہ آپ وہاں ایک رات رہ کر پھر عازم سفر ہوئے اور خوشاب، واں بچھراں، کندیاں، کلورکوٹ سے ہوتے ہوئے لائل پور (فیصل آباد) کے ایک قصبہ بازار والا میں واقع بریلوی مسلک کی ایک درسگاہ میں جا پہنچے جہاں بیرونی طلباء بھی رہتے تھے۔ اس درسگاہ سے اتنا معلوم ہوا کہ حضرت صوفی صاحب بمع اپنے رفیق کے ملتان میں مولانا عبدالعلیم صاحب کے مدرسہ میں زیر تعلیم ہیں۔

چنانچہ آپ فیصل آباد سے ملتان روانہ ہوئے اور مولانا عبدالعلیم صاحب کے مدرسہ میں جا پہنچے جہاں آپ کی ملاقات حضرت صوفی صاحب اور ان کے رفیق درس حضرت مولانا سید امیر حسین صاحب سے ہوئی۔ حضرت شیخ اپنی اس ملاقات کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ''راقم فیصل آباد سے روانہ ہو کر ملتان پہنچا اور عزیزم عبدالحمید بمع اپنے رفیق کے وہاں موجود تھا۔ ملاقات ہوئی، گلہ شکوہ اور سفر کی تکلیفوں کا تذکرہ بھی ہوا اور ملاقات کر کے خوشی بھی ہوئی''۔ تینوں حضرات کچھ عرصہ مولانا عبدالعلیم کے مدرسہ ہی میں رہے، اور موصوف سے علم میراث کا ایک رسالہ پڑھا جس کے مصنف خود ہی مولانا تھے۔ حضرت شیخ موصوف کی مسلکی وابستگی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''مولانا بہت معمر تھے۔ ان کے فرزند مولانا عبدالحلیم اور ان کے فرزند مولانا عبدالکریم اور ان کے فرزند مولانا عبدالشکور سب زندہ تھے۔ لانگے خان کے باغ کے قریب ان کی مسجد تھی اور اس میں درس کتب جاری تھا۔ یہ حضرات نہ پکے دیوبندی اور نہ پختہ بریلوی تھے بلکہ بین بین تھے۔ علم اور علماء سے بڑی عقیدت رکھتے تھے''۔ جب تعلیمی سال ختم ہوا تو تینوں حضرات وہاں سے روانہ ہو کر ملتان کے قریب ہی پیراں غائب کے مقام پر پہنچے اور اتفاقاً وہاں ایک امام مسجد میاں عبداللہ سے ملاقات ہو گئی۔ میاں صاحب سادات کی بڑی قدر کرتے تھے اور حسن اتفاق تینوں رفقائے سفر میں سے ایک [illegible] سید امیر حسن شاہ سادات [illegible] تعلق رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے تینوں حضرات کی بڑی قدر کی اور ان کے اصرار پر تینوں نے رمضان المبارک کا مہینہ ان کے [illegible]

۱۹۳۷ء میں آپ [illegible] حضرت صوفی صاحب اور سید امیر حسن شاہ کے ہمراہ حصول علم کیلئے جہاں منڈی میں مولانا غلام محمد لدھیانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ [illegible] مولانا سید انور شاہ کشمیری کے شاگرد اور فضلائے دیوبند میں سے تھے اور جہانیاں منڈی کی مرکزی مسجد کے خطیب اور مدرس تھے۔ مسجد کے متصل طلباء کی رہائش [illegible] تھے۔ چنانچہ وہاں اسباق شروع [illegible] اسباق شروع ہونے کے چند دن بعد دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں مولانا عبدالخالق ظفر گڑھی بھی بحیثیت مدرس وہاں [illegible] لے آئے۔ حضرت شیخ نے وہاں [illegible] مسلم الثبوت اور مختصر المعانی وغیرہ کتابیں پڑھیں جبکہ حضرت صوفی صاحب نے ملا حسن اور شرح جامی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ [illegible] رفقاء ایک سال جہانیاں منڈی کے [illegible] رحمانیہ میں زیر تعلیم رہے۔

جہانیاں منڈی میں [illegible] سال کے اختتام کے قریب مولانا سید [illegible] رفقاء گوجرانوالہ کیلئے [illegible] اور رمضان سے قبل ہی مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ میں نئے سال کے داخلہ کی [illegible] لی۔ اس وقت مدرسہ انوار العلوم [illegible] کے مہتمم محدث گوجرانوالہ مولانا عبدالعزیز (متوفی ۱۳۵۹) تھے۔ آپ فضلائے دیوبند میں سے تھے اور وسیع النظر، علم حدیث اور طبقات [illegible] پر بڑی گہری نگاہ رکھنے والے [illegible] تھے۔

داخلہ کی منظوری کے بعد دونوں بھائیوں نے رمضان المبارک [illegible] گوجرانوالہ [illegible] آباد اور شیخوپورہ کے بہت [illegible] تبلیغی اور اکتسابی دورہ کیا۔ رمضان المبارک کے بعد ماہ شوال میں مدرسہ انوار العلوم تشریف لے آئے۔ اس وقت [illegible] انوار العلوم میں حضرت مولانا عبدالقدیرؒ [illegible] مدرس تھے۔ مولانا عبدالقدیر کیمل پوری [illegible] میں تو زیادہ معروف نہ تھے لیکن [illegible] میں آپ کو ایک مایہ ناز استاد [illegible] اور شیخ المعقول کے نام سے [illegible] حاصل تھی۔ اگر آپ کو برصغیر کی چوٹی کے مدرسین کی فہرست میں شمار کیا جائے تو [illegible] میدان کے وابستگان جانتے ہیں کہ [illegible] ہو گا۔ موصوف حضرت مولانا سید [illegible] کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے۔ حضرات شیخین تقریباً تین سال مدرسہ انوار العلوم میں رہے اور یہ وہ دور تھا جس میں ہٹلر کی اتحادیوں سے جنگ عظیم چھڑی ہوئی تھی اور سرکار برطانیہ کی قوت کی چولیں ڈھیلی دکھائی دیتی تھیں۔ حضرت شیخ اپنے علمی ذوق شوق کے بارے میں خود فرمایا کرتے تھے ''میرا تعلیمی ذوق وشوق اور علمی استعداد استاد محترم حضرت مولانا عبدالقدیر کی خصوصی شفقت اور توجہ کی مرہون منت ہے''۔ استاد محترم آپ کے ذوق وشوق، قوت حافظہ اور علمی استعداد سے اس قدر مطمئن تھے کہ زمانہ طالب علمی ہی میں اپنی نگرانی میں آپ کو تدریس کا موقع عطا فرما کر آپ کی علمی لیاقت پر اعتماد کیا۔

دارالعلوم دیوبند کا سفر:۔ ۱۹۳۹ء میں حضرات شیخین نے اپنے چند دیگر رفقاء کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند کی طرف رخت سفر باندھا۔ جب آپ دارالعلوم دیوبند پہنچے تو اس وقت دارالعلوم کی مسند تدریس پر بہت سی ایسی ہستیاں رونق افروز تھیں بالخصوص شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دیگر بڑے اکابرین شامل تھے۔ اس سال دارالعلوم میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد 1995 اور دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد 333 تھی۔ یہاں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد گوجرانوالہ پہنچ کر مدرسہ نصرۃ العلوم کی بنیاد رکھی۔ اور نصف صدی تک یہیں پر درس حدیث دیا۔

www.ahnafmedia.com

پبلشر عبدالقیوم طاہر چوہدری نے خاک وطن پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر الیس گوجرانوالہ منیر چوک' منیر پلازہ سے شائع کیا

چیف ایڈیٹر: طاہر قیوم چوہدری 0300-9645493
ایڈیٹر: ایم امجد شیخ 0300-6403428
ایگزیکٹو ایڈیٹر۔ حاجی محمد جاوید مہر 0300-6427163
منیجنگ ایڈیٹر۔ راحیل احمد مغل 0345-6631576
نیوز ایڈیٹر۔ علی منور جعفری
زیر اہتمام کمپوزنگ: چوہدری محمد شعیب ڈھلو

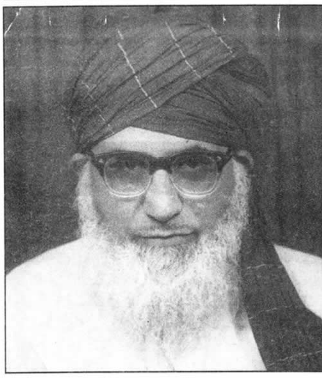

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی سوانح عمری کا اجمالی خاکہ

از حضرت مولانا
صاحبزادہ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

فرمان نبویﷺ "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے مطابق تاقیام قیامت علماء حق کی ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری وناگزیر ہے جو نسل انسانی کی اعتقادی اصلاح اور فکری نشوونما کیلئے جدوجہد کرتی رہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علمی کی تقسیم کیلئے اپنی تمام جسمانی توانائیاں اور علمی وفکری صلاحیتیں صرف کر دے کیونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کی بناء پر تمام تر تبلیغی ذمہ داریاں علماء حق کے کندھوں پر ہیں' اور علماء حق نے اپنی ان شرعی اور ملی ذمہ داریوں کو کماحق نبھا کر امت مسلمہ پر جو احسان عظیم کیا ہے وہ تاریخ اسلامی کا ایک روشن اور سنہری باب ہے۔ علماء حق کے اس مقدس قافلہ علم وعمل کا یوں تو ہر فرد گوہر یکتا کی حیثیت رکھتا ہے' لیکن اس کاروان زہد واتقا کے کچھ میر کارواں ایسے بھی گزرے ہیں جو دین وملت کیلئے اپنی ذات میں انجمن وادارہ تھے' ان کی تقریری وتحریری اور دینی وملی خدمات اس قدر ہیں کہ ان کے پیش نظر بآسانی یہ فیصلہ کرنا محال ہے کہ یہ خدمات فرد کی ہیں یا جماعت کی۔

اس قافلہ علم وعمل اور کاروان زہد واتقا کے ایک میر کارواں عصر حاضر کے جید عالم دین' فقیہ العصر' محدث اعظم پاکستان' شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی ذات گرامی ہے۔ شیخ الحدیث کی شخصیت محتاج تعارف نہیں کیونکہ ان کا شمار عصر حاضر کی ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے۔ جن کے علم و عمل' زہد وتقویٰ اور شرافت ودیانت پر بلاخوف تردد اعتماد کیا جاسکتا ہے بے لوث خدمات اور بے داغ کردار کی بناء پر وہ علمی' ادبی اور عوامی حلقوں میں یکساں طور پر ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔

پیدائش:۔ آپ 1914ء میں ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ (موجودہ ضلع مانسہرہ) کی ایک غیر معروف بستی ڈھکی چیڑاں داخلی "کڑمنگ بالا" کے ایک متوسط گھرانہ میں جناب نور احمد خان بن گل احمد خان کے گھر پیدا ہوئے۔ قومیت کے اعتبار سے سواتی (پٹھان) ہیں۔ اس وقت غالباً کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ بچہ بڑا ہوکر عزم واستقلال کی چٹان بن کر خاندان ظلم واستبداد کے سامنے سینہ سپر ہوگا۔ کسی کو خبر نہ تھی کہ یہ بچہ علم وعمل کا آفتاب بن کر سرزمین ہندو پاک کو اپنی روشن کرنوں سے منور کریگا۔ کسی کو علم نہ تھا کہ اس بچہ کے سینہ میں قرآن و حدیث' فقہ وتفسیر اور علوم اسلامیہ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر موجزن ہوں گے اور ہزاروں انسان بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کے علم کے نور سے روشنی پائیں گے۔ لیکن تقدیر اس بچے کے مستقبل پر رشک کررہی تھی۔

ابتدائی تعلیم:۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی' جو ناظرہ قرآن پاک اور سکول کی چند کلاسوں تک محدود تھی۔ اور گھر کے دیہاتی اور پہاڑی ماحول میں اس سے زیادہ تعلیم کا انتظام نہ تھا جس کی وجہ سے زیادہ تر وقت پہاڑی ماحول کے مطابق بھیڑ بکریاں چرانے میں گزرتا' لیکن آپ کے قلب وفکر میں تو فطرتاً اس تعلیم کے تصورات غالب تھے جس تعلیم کے ذریعے آپؒ نے انسانی افکار کی تسکین اور انسانی قلوب کی آبیاری کرنا تھی۔ انسانیت کو گمراہی کی تاریکیوں سے نجات دلا کر ہدایت کی روشنی سے منور کرنا تھا۔ نسل انسانی کو شرک وبدعات کی آلودگیوں سے پاک کرکے توحید وسنت کے پاکیزہ تصورات کی طرف اس کی راہنمائی کرنا تھی۔ معاشرتی رسومات باطلہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے اس کی جگہ اسلامی معاشرہ کے قیام کیلئے جدوجہد کرنا تھی اور خداوندان ظلم واستبداد کو عدل وانصاف کا پیغام دینا تھا۔

دینی تعلیم کیلئے سفر:۔ بچپن میں ہی والدہ محترمہ اور والد محترم کا انتقال ہوگیا اور تعلیم میں آگے بڑھنے کا بظاہر کوئی امکان باقی نہ رہا تو کسی نیک دل بزرگ نے انہیں اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کو دینی تعلیم کیلئے دینی مدرسہ کا رخ کرنے کا مشورہ دیا اور آبائی گاؤں کے قریب قصبہ بفہ میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مدرسہ میں پہنچا دیا جہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ' ملتان' کوئٹہ وغیرہ کے مدارس میں درس نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی' لیکن دل ابھی ذوق تعلیم سے سیراب نہ ہوا' مزید تعلیم کیلئے گوجرانوالہ کی قدیم دینی درسگاہ مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا عبدالقدیر رحمہ اللہ سے مزید تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کا فرمان ہے کہ میرا تعلیمی ذوق وشوق اور علمی استعداد استاد محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کی خصوصی شفقت اور توجہ کی مرہون منت ہے اور اکثر وبیشتر کتب آپؒ نے مولانا عبدالقدیرؒ سے ہی پڑھیں۔ مولانا رحمہ اللہ کی ایک خصوصی شفقت آپ پر یہ بھی تھی کہ طالب علمی کے زمانہ میں ہی جو کتب پڑھائیں۔ وہ اپنی نگرانی میں آپ سے طلباء کو پڑھواتے یعنی مہربان استاد کی شفقت وتوجہ اور خصوصی نگرانی میں قابل وہونہار شاگرد اپنی علمی وفکری استعداد کی خصوصی نشوونما کیلئے تعلیم وتدریس کے ابتدائی مراحل یکساں طور پر طے کرتا رہا۔ مہربان استاد کی خصوصی توجہ کے اثرات جو آپ کی تدریسی زندگی میں موثر ہوئے ان کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جن کو ان حالات سے واسطہ پڑا ہو۔ اس لئے جب بھی حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ اپنے تمام معمولات (جن کو عام حالات میں ترک کرنا تقریباً ناممکن ہوتا تھا) ترک کرکے ہمہ وقت استاد محترم کی خدمت میں مصروف رہتے۔

آپؒ کے برادر خورد حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتیؒ بانی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ بھی آپ کے ساتھ زیر تعلیم تھے لیکن اسباق میں آپؒ سے دوسال پیچھے تھے۔ آپؒ نے تکمیل کیلئے عالم اسلام کی شہرہ آفاق یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند جانا تھا لیکن شوق تھا کہ دونوں بھائی اکٹھے تکمیل کریں۔ چنانچہ اس شوق میں تکمیل یعنی دورہ حدیث کو دوسال کیلئے موخر کردیا۔ اور اسی دوران استاد محترم کے حکم و شفقت کی تعمیل میں مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ ہی میں استاد محترم کی زیر نگرانی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اور پھر 1940 میں تکمیل کیلئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں آپ نے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ سے 1941 میں سند فراغت حاصل کی۔ قیام دارالعلوم دیوبند کے دوران آپ نے جن اساتذہ میں سند فراغت حاصل کی ان میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ وغیرھم کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔

سیرت وصورت کے خدوخال:۔ وسعت مطالعہ' ذہانت وفطانت اور فکر وتدبر کے اعتبار سے بے مثل' ظاہر وباطن میں یکساں' سنجیدگی ان کی خوبی' علم ان کا کمال' عمل ان کا جمال' شرافت ان کا وقار اور سادگی ان کا شعار' گفتار اور کردار کی پختگی ان کے اسلامی افکار کی ترجمان ہے۔ لباس میں سادگی' انداز میں اپنائیت' چہرے پر نورانیت' افکار میں بلندی' آواز میں پستی' گفتگو میں ٹھہراؤ' ارادوں میں سختی اور عزم میں پختگی کسی دیکھنے والے کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی' کلام وطعام' نشست وبرخاست اور سیرت وصورت میں دیکھنے والے کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نظر آتی تھی۔ زندگی عاجزانہ' چال باوقار' مزاج عارفانہ انداز ناصحانہ اور کلام عالمانہ سننے والے کی دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے۔ مضبوط بدن کی طرح عزم بھی قوی' بڑھاپے میں بھی ارادے جوان اور اس پر بیماریوں کا سیل رواں' لیکن کوئی چیز ان کے عزم واستقلال کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔

روحانی سلسلہ:۔ علمی وفکری صلاحیتیں اور قابلیتیں اپنے مقام پر لیکن واردات نفسانی اور وساوس شیطانی سے پوری طرح تحفظ حاصل کرنے کیلئے کسی مرشد کامل کے دامان محبت وعقیدت سے وابستگی ضروری وناگزیر ہے۔ جید ومستند اساتذہ سے تحصیل و تکمیل کے بعد آپ کو کسی مرشد کامل کی تلاش ہوئی جس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر وہ اپنے لئے روحانی تسکین کا سامان فراہم کرسکیں۔ انہی دنوں پنجاب میں رئیس الموحدین' سرتاج المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہ (واں بچھراں ضلع میانوالی) کے دورہ قرآن کا غلغلہ مچا ہوا تھا اور ہزاروں شائقین علوم قرآنیہ اپنی پیاس بجھانے کیلئے اس دورہ تفسیر قرآن میں شرکت کرتے۔ آپؒ بھی یہی شوق لیکر ان کے دورہ تفسیر قرآن میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے اور دیدہ ودل ان کی اتباع سنت میں ڈوبی ہوئی زندگی پر نچھاور و قربان کرکے چلے آئے۔ نقشبندی سلسلہ میں ان سے بیعت کی۔ مرشد کامل نے بھی اپنی ایمان فراست سے اس جوہر قابل کو پہچاننے میں تاخیر نہ کی اور خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مرشد کامل کے ساتھ آپ کے انتہائی قلبی تعلق ومحبت کا اندازہ اس وقت ہوتا جب سبق کے دوران مرشد کامل کا نام آجائے آپؒ انتہائی عقیدت ومحبت کے ساتھ مرشد کامل کا تذکرہ فرماتے۔ یعنی ہمارے حضرت نے یہ فرمایا' ہمارے حضرت نے اس کی تفسیر اس طرح کی' ہمارے حضرت نے اس کا ربط اس طرح بیان کیا۔ غرضیکہ آپ کے الفاظ اور انداز میں مرشد کامل کے ساتھ جس سچی اور والہانہ عقیدت کا اظہار نمایاں ہوتا ان سے سننے والا بآسانی آپ کی دلی کیفیت کا اندازہ کرسکتا تھا۔

سلسلہ مریدین:۔ مرشد کامل سے خلعت خلافت حاصل ہونے کے باوجود بیعت کا سلسلہ بہت محدود پیمانہ پر رکھا ہے بلکہ اکثر و بیشتر بیعت کرنے سے انکار فرما دیتے تھے۔ کسی کی طرف سے بیعت پر بہت زیادہ اصرار ہوتو بیعت فرماتے ورنہ انکار فرما دیتے۔ پیشہ ور پیروں کی طرح نہ لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دیتے اور نہ مریدین کی فہرستیں تیار کرتے اور بیعت کا طریقہ بھی انتہائی مختصر اور سادہ ہوتا۔ عام پیروں کی طرح پرتکلف اور طویل نہیں' مثلاً بیعت کے الفاظ عموماً یہ ہوتے "میں شرک و بدعت سے توبہ کرتا ہوں اوامر کے بجالانے اور نواہی سے اجتناب کی پوری کوشش کا وعدہ کرتا ہوں' بالخصوص نماز کی پابندی کا وعدہ کرتا ہوں' یہی وہ مختصر سے الفاظ بیعت ہیں جن کے ذریعے کوئی بھی عقیدت مند آپؒ کے حلقہ بیعت میں شریک ہوسکتا اور اس کے بعد آپؒ اسے مرشد کامل کے ذریعے حاصل ہونے والے نقشبندی وظائف واوراد بتاتے اور ان کی تلقین فرماتے۔

مریدین کے ساتھ سلوک:۔ عام پیروں کی طرح مریدین کے گھروں کا ماہانہ سالانہ چکر نہیں لگاتے۔ مریدین سے نذرانہ وصول کرنے کیلئے ان کا اجتماع طلب نہیں فرماتے حتیٰ کہ مریدین کو تحائف وغیرہ لانے سے سختی کے ساتھ منع فرماتے۔ اور ایسا کوئی ہدیہ قبول نہیں فرماتے جو ان کے علم کے مطابق مریدین کیلئے تکلف کا باعث ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے غریب اور نادار مریدین کو اپنی استطاعت کے مطابق اپنی جیب سے کرایہ اور سفر خرچ وغیرہ دیتے۔ مریدین کی تعداد اگرچہ ہزاروں سے متجاوز تھی مگر چونکہ ان کا کوئی سالانہ اجتماع وغیرہ نہیں ہوتا اور نہ اپنے مریدین کی نمائش ان کا مقصود تھا۔ اس لئے بظاہر ان کا حلقہ مریدین بہت قلیل معلوم ہوتا۔

تعویذ اور دم کی عام اجازت:۔ آپؒ اپنے تعویزات اور دم کی دعاؤں کو دوسرے پیروں کی طرح سنبھال کر نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنے تلامذہ کو اپنے تعویزات کی عام اجازت دیتے تھے۔ شرط صرف یہ ہوتی کہ تین روزے رکھیں' نماز کی پابندی کریں اور معاصی سے بچنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔

معمولات میں استقامت:۔ جب تک صحت نے اجازت دی اپنی ڈیوٹی اور معمول میں حتیٰ الوسع ناغہ نہیں کرتے تھے اور نہ تاخیر کرتے تھے۔ کالج ڈیوٹی میں ایک دفعہ لڑکوں نے سوال کیا کہ آپ کبھی ناغہ بھی کرتے ہیں۔ آپؒ نے جواب دیا ہاں۔ جب یہاں موجود نہ ہوں یا ایسا بخار ہو جائے جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے قاصر ہوں اور واقعتاً تیز بارش میں بھی نماز پڑھانے کیلئے تشریف لے جاتے۔ درس کا عموماً ناغہ نہ کرتے۔ اگر باہر کہیں تبلیغی سلسلہ میں جانا ہوتو یہی شرط ہوتی کہ رات کو واپسی ہوگی تاکہ صبح کا درس اور اسباق کا ناغہ نہ ہو۔ 1954ء میں مدرسہ نصرت العلوم میں تدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کئے۔ 1977ء میں مدرسہ کی طرف سے آپ کو لانے اور چھوڑنے کیلئے گاڑی خریدی گئی۔ اس دوران تقریباً بائیس سال تک وہ بس یا ریل کے ذریعے سبق پڑھانے کیلئے گکھڑ سے گوجرانوالہ جاتے رہے۔ اس دوران آپؒ کے معمولات میں استقامت کا یہی عالم تھا۔ بسا اوقات ایسا منظر بھی دیکھنے میں آتا کہ تیز بارش کی وجہ سے طلباء یقینی چھٹی سمجھ کر کمروں میں آرام کرنے لگتے' لیکن آپ کی آمد کی اطلاع کی گھنٹی طلباء کو نیند اور آرام سے جھنجھوڑ ڈالتی۔ بے یقینی کے عالم میں کمروں سے باہر نکل کر دیکھتے تو آپ چھتری ہاتھ میں لئے مدرسہ میں موجود ہوتے۔ معمولات میں استقامت آپ کی خصوصی انفرادیت ہے۔ آج کے دور میں معمولات کی یہ استقامت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی۔

معمولات:۔ وہ کون سے معمولات ہیں جن میں استقامت آپ کا طرہ امتیاز رہی۔ رات کو نماز عشاء کے بعد جلدی سو جانا آپؒ کا معمول تھا۔ اگر گھر میں موجود ہوں اور کوئی مجبوری (مہمانوں وغیرہ کی) نہ ہوتو اس معمول میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ صبح تہجد کیلئے بیدار ہونا' اذان کے بعد نماز سے پہلے ناشتہ کرلینا۔ نماز پڑھانے کیلئے مسجد میں جانا' درس دینا اور درس سے فارغ ہوکر اسباق پڑھانے کیلئے گوجرانوالہ چلے جانا' اسباق سے فارغ ہوکر دوپہر کے وقت واپس آنا' کھانا کھا کر قیلولہ کرنا۔ ظہر کی نماز پڑھا کر بچیوں کو اسباق پڑھانا جو وقتاً فوقتاً آپ کے زیر درس رہتی تھیں اور گکھڑ کی بہت سی بچیوں نے آپؒ سے براہ راست درس نظامی کے مختلف اسباق اس طرح پڑھے۔ مہمانوں کے پاس بیٹھنا اور تصنیفی کام کرنا' عصر کی نماز کے بعد اپنی (قرآن پاک کی) منزل پڑھنا' تصنیفی کام کرنا اور مقامی تعویذ کرانے والوں کیلئے تعویذ کرنا۔ نماز مغرب کے بعد کھانا کھانا اور تعویذ وغیرہ کرنا' نماز عشاء کے بعد آرام کرنا۔

جب تک صحت نے اجازت دی معمولات کا یہ سلسلہ قائم رہا اور جوں جوں عمر' ضعف اور علالت میں اضافہ ہوتا گیا بتدریج ان معمولات کا متاثر ہونا بھی فطری بات تھی۔

پابندی وقت:۔ آپؒ کی پابندی وقت ضرب المثل رہی ہے۔ نماز کے مقررہ وقت سے ایک منٹ پہلے آپ مسجد میں موجود ہوتے۔ امامت کے فرائض خود سرانجام دیتے۔ درس کیلئے نصف گھنٹہ مقرر ہے اس میں ایک منٹ کی بھی کمی وبیشی نہیں ہوتی تھی۔ اسباق میں بھی پابندی وقت کا پورا لحاظ ہوتا۔ پابندی وقت پر آپ ایک لطیفہ سنایا کرتے کہ استاد محترم حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمہ اللہ نے ایک دفعہ مجھے جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں درس دینے کا حکم فرمایا میں ان کے حکم پر درس دینے کیلئے چلا گیا۔ آدھا گھنٹہ درس دیتا رہا۔ جو مضمون میں نے شروع کیا تھا وہ وقت سے دومنٹ پہلے ختم ہوگیا' لہٰذا میں نے درس ختم کردیا۔ ایک آدمی فوراً بولا کہ ابھی وقت ختم ہونے میں دومنٹ باقی ہیں۔ میں نے یہ سوچ کر کہ انہیں دین کا کافی شوق ہے ان کے اصرار پر دوسرا موضوع شروع کردیا۔ جب وقت سے دومنٹ اوپر ہوگئے تو پھر وہ آدمی بولا کہ دومنٹ اوپر ہوگئے ہیں۔ اس سے حضرت شیخ کی پابندی وقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایفائے عہد:۔ تبلیغی پروگراموں کے سلسلہ میں آپؒ پابندی وقت اور ایفائے عہد کا پورا پورا اہتمام کرتے اور حتیٰ الوسع کوشش کرتے کہ وعدہ کے مطابق پروگرام پر پہنچیں۔ اور اس کیلئے طوفان بادوباراں بھی آپؒ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔ ضلع گوجرانوالہ میں منڈیالہ تیگہ اور فیروزوالہ سے آگے کوٹلی ناگرہ ایک بستی ہے جہاں عرصہ دراز سے مدرسہ تعلیم القرآن قائم ہے۔ اور قاری محمد عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ایک عرصہ تک وہاں فی سبیل اللہ تدریس کی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں انہی کے زیر اہتمام وہاں تبلیغی جلسے بھی ہوتے تھے۔ وہ ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ہمارے ہاں تبلیغی جلسہ تھا اور حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد سرفراز خان صفدر) دامت برکاتہ' نے تشریف لانا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ نماز عصر سے قبل تیز بارش شروع ہوگئی۔ بارش کی وجہ سے کوٹلی ناگرہ دوسری بستیوں سے تقریباً کٹ جاتی تھی۔ اب تو کسی حد تک کچا راستہ موجود ہے پہلے یہ بھی نہ تھا۔ مغرب کے بعد قریبی بستیوں سے حضرت شیخ الحدیث کے عقیدت ومحبت میں ڈوبے ہوئے دیوانے و پروانے موسم کی خرابی کے باوجود سینکڑوں کی تعداد میں اکٹھے ہوگئے۔ بارش اگرچہ مغرب سے پہلے ختم ہوچکی تھی لیکن راستے بند ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے آنے کی امید ہرگز نہ تھی لیکن جب مغرب کے بعد بیرونی مہمانوں کو جو مختلف دیہاتوں سے آئے تھے۔ کھانا کھلانے سے فارغ ہوئے تو اچانک دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث شلوار گھٹنوں تک اٹھائے کیچڑ میں بھرے ہوئے مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوگئے' ہمیں بڑی حیرت ہوئی تو ان سے معلوم ہوا کہ منڈیالہ تیگہ سے پیدل چل کر آیا ہوں' اور منڈیالہ تیگہ سے کوٹلی ناگرہ کا فاصلہ تین میل ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایفائے عہد اور تبلیغی خدمات کا شوق آپؒ کے دل میں کس قدر ہے۔

آپؒ پر پابندیاں:۔ آپؒ کی تقریر انتہائی اصلاحی اور موثر ہوتی۔ لیکن اس کے باوجود دیگر علماء کی طرح آپؒ پر بھی مختلف اضلاع میں داخلہ پر پابندیاں عائد ہوتی رہی اور داخلہ بند کردیا جاتا رہا۔ چنانچہ دور آمریت میں ضلع ہزارہ میں آپ کے داخلہ پر پابندی عائد ہو گئی۔ ضلع ہزارہ آپ کا آبائی علاقہ ہے۔ آپ کو پابندی کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔ آپ جب راولپنڈی کراس کر گئے تو مختلف مقامات پر آپ کی تلاش کیلئے پولیس بس کی تلاشی لینے لگی لیکن اتفاق سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پولیس آپ کو شناخت نہ کرسکی۔ اور آپ اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں ساتھیوں کے مشورہ پر آپؒ نے اصل نام کی بجائے "کڑمنگ استاذ" کے نام سے تقریر فرمائی۔ کڑمنگ آپؒ کا آبائی گاؤں ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد شہروں میں وقتاً فوقتاً آپ کا داخلہ بند ہوتا رہا۔

دیانت:۔ آپؒ کی دیانت وامانت اپنوں اور غیروں کے ہاں مسلم تھی۔ شدید تر اختلافات کے باوجود آخر تک آپؒ کی دیانت پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکا۔ آپؒ کی دیانتداری کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ جامعہ رشیدہ ساہیوال کے سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے اور واپسی پر انہوں نے آپ کو کرایہ کیلئے ایک لفافہ ہاتھ میں تھما دیا۔ آپؒ نے لفافہ اسی طرح جیب میں رکھ لیا۔ کیونکہ آپؒ کا معمول تھا کہ آپ تبلیغی سلسلہ میں کرایہ وغیرہ طلب نہیں کرتے تھے اگر وہ خود دے دیں تو لے لیتے تھے۔ جب واپسی پر آ کر اس لفافہ کو کھولا تو اس میں پانچ سو روپے تھے آپ کو بڑی حیرت ہوئی کہ ساہیوال کی آمدورفت کا کرایہ (اس دور میں) پینتیس روپے سے زائد نہیں تھا۔ انہوں نے پانچ سو روپے کیسے دے دیئے؟ فوراً اسی دن خط لکھ کر انہیں مطلع کیا کہ آپ نے غلطی سے پانچ سو روپے مجھے دیئے ہیں ان کی واپسی کی صورت کیا ہوگی۔ بذریعہ بنک ڈرافٹ بھیجوں یا بذریعہ منی آرڈر چنانچہ ان کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ واقعی ناظم صاحب نے غلطی سے پچاس کی بجائے پانچ سو روپے لفافہ میں بند کر دیئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ساڑھے چار سو روپے بذریعہ منی آرڈر فوراً واپس بھیج دیئے۔ اس واقعہ سے آپ کی دیانت کا اندازہ ہوتا ہے۔

گھریلو زندگی:۔ آپؒ کی گھریلو زندگی بھی ایک نمونہ تھی۔ آپؒ نے دوشادیاں کیں دونوں بیویاں فوت ہوچکی ہیں۔ دونوں بیویوں کی زندگی تک ان کا اور ان کی اولاد کا کھانا پینا اور رہنا سہنا ایک جگہ رہا ہے۔ دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کا باہمی اتحاد واتفاق آپ کی خصوصی توجہ اور گھریلو کنٹرول کی زندہ مثال ہے۔ دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے ساتھ آپ کا مساویانہ حسن سلوک ضرب المثل ہے۔

آپ کی اولاد:۔ دونوں بیویوں سے آپ کے 9 بیٹے اور 3 بیٹیاں ہیں۔ تین بیٹے (عبدالکریم' عبدالرشید اور راشد) بچپن میں ہی وفات پاگئے۔ بڑی اہلیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ جبکہ چھوٹی اہلیہ سے 6 لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ آپ کی تمام بیٹیوں اور بیٹوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے ان میں اکثر باضابطہ عالم دین ہیں اور دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اولاد کی تربیت:۔ اولاد کی تعلیم وتربیت میں بھی آپؒ نے اخلاقی وشرعی تمام ذمہ داریوں کو کماحقہ' پورا کیا ہے۔ دنیوی تعلیم صرف ضروری حد تک دلوائی ہے۔ صرف دینی تعلیم کی طرف توجہ دی ہے۔ اسی طرح اب تک آپؒ کے بیٹے ۱۔ مولانا زاہد الراشدی ۲۔ مولانا عبدالقدوس قارن ۳۔ مولانا عبدالحق خان بشیر ۵۔ مولانا شرف الدین حامد درس نظامی کے فاضل ہیں اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں جبکہ قاری محمد اشرف خان ماجد اور قاری عنایت الوہاب خان ساجد حافظ وقاری ہیں اور قاری ماجد مرحوم ایک عرصہ تک جامع مسجد گکھڑ میں قرآن پاک کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان کے علاوہ حضرتؒ کی تینوں بیٹیاں قرآن کریم کی حافظہ ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم دیتی ہیں منجھلی صاحبزادی جہلم کے قاری مولانا خبیب احمد عمر کی اہلیہ ہیں اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام کے شعبہ بنات میں دورہ حدیث کے اسباق پڑھاتی ہیں۔

علمی ودینی خدمات:۔ مولانا نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے [illegible] احیائے دین کی غرض سے متعدد کتابیں تحریر کی ہیں جو بحمداللہ کئی کئی بار طبع ہوچکی ہیں اور خواص وعام نے ان سے خوب استفادہ کیا [illegible] ان میں درج ٹھوس اور واضح دلائل [illegible] پیرائے اور صریح عقلی ونقلی حوالوں کی بہت [illegible] قدر کی گئی ہے۔ اور ان کے معرض [illegible] آنے کو بے حد سراہا گیا اور قدر [illegible] حضرات نے خوب داد تحسین دی۔ مگر کچھ [illegible] سے بیحد کوفت ہوتی ہے اور ان [illegible] خاصے سیخ پا ہوتے ہیں۔ ان مدلل کتابوں سے ان کا پریشان ہونا ایک نفسیاتی امر ہے [illegible] ﷺ کی شریعت حقہ سے شرکت [illegible] رسم ورواج کے دبیز پردے دور ہو جائیں [illegible] اسلام اپنی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے اجاگر ہو جائے اور محفوظ ہو جائے جس پر کاربند ہو [illegible] دونوں جہانوں میں سرخرو ہو جا [illegible] لئے سب سے بڑی سعادت ہے [illegible] بدعات و رسومات کی شب ظلمت [illegible] کا خوار بھی تو ایک فطری امر ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر [illegible] خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

امامت وخطابت:۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ گوجرانوالہ تشریف لے آئے [illegible] کے حکم سے انہی کی نگرانی میں تدریس شروع کر دی۔ آپ کی علمی شہرت [illegible] منڈی (ضلع گوجرانوالہ [illegible]) کے چند مخلص بزرگوں کی تحریک [illegible] گکھڑ تشریف لے آئے وہاں اپنی نئی علمی جدوجہد کا آغاز کیا اور جامع مسجد بوہڑ والی [illegible] امامت کے فرائض سنبھال لئے۔

گکھڑ منڈی میں اصلاح عوام کی جدوجہد:۔ گکھڑ منڈی کی عمومی فضا اس وقت شرک وبدعت کی [illegible] تھی۔ اور ہر طرف بدعات [illegible] باطلہ کا دور دورہ تھا۔ پیشہ ور اور پیٹ پرست ملوانوں کی حکومت تھی ہر طرف گمراہی کے اندھیرے تھے اور عام آدمی کیلئے یہ حالت [illegible] تھی۔ لیکن اس مرد درویش نے کسی [illegible] پرواہ کئے بغیر اصلاح احوال کیلئے [illegible] جدوجہد جاری رکھی۔ مسجد میں نماز فجر کے [illegible] درس قرآن پاک کا آغاز کیا۔ [illegible] رجحان کا یہ عالم تھا کہ ابتداء میں [illegible] درس قرآن میں صرف ایک آدمی بیٹھتا اور صرف ایک آدمی کیلئے آپ پورا درس د[illegible] درس کیلئے باقاعدہ تیاری کرتے۔ بعض [illegible] نے مشورہ دیا کہ جب لوگ [illegible] نہیں بیٹھتے تو آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے سامنے چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے استقلال کا کامل ومکمل نمونہ موجود تھا اس لئے آپؒ نے یہ سلسلہ ترک نہ کیا اور درس قرآن دیتے رہے۔

تبلیغی خدمات:۔ ملک کے مختلف حصوں میں دینی مدارس کی سالانہ تقریبات اور دیگر تبلیغی اجتماعات میں شرکت بھی فرماتے رہے۔ بڑی بڑی کانفرنسوں میں آپ کا خطاب بڑی توجہ اور شوق سے سنا جاتا تھا۔ عوام کے علاوہ علماء حضرات بھی آپ کے بیان کو بڑے شوق سے سنتے۔ موضوع کو اس کے تمام ضروری پہلوؤں سے نبھانا آپ کی خصوصیت ہے۔ آپ کے بیان میں فضولیات بالکل نہیں ہوتیں اور نہ موضوع سے ہٹ کر بات ہوتی بلکہ موضوع سے متعلق دلائل وبراہین سے مزین ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں سے اترتا چلا جاتا ہے اور موضوع کا ہر پہلو ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے۔

زیر تربیت اساتذہ کیلئے درس قرآن:۔ گکھڑ منڈی میں زیر تربیت اساتذہ کیلئے عرصہ دراز سے ایک کالج قائم ہے جس کا نام پہلے گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ تھا اور بعد میں اس کا نام تبدیل کرکے گورنمنٹ ایلیمنٹری آف دی ٹیچرز کالج رکھا گیا جس میں پی ٹی سی اور سی ٹی اور او ٹی اور ایس وی کی کلاسیں تھیں ان کلاسوں کے زیر تربیت اساتذہ کیلئے (بقیہ نمبر1)

موت العالِم موت العالَم

برصغیر پاک و ہند کے ممتاز محقق عالم دین اور محدث شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر آج صبح سوا ایک بجے کے لگ بھگ گکھڑ میں انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی عمر اٹھانوے برس تھی اور وہ 1943 سے گکھڑ میں دینی و علمی خدمات سرانجام دے رہے تھے' ان کا شمار دیوبندی مکتب فکر کے اکابر علماء کرام میں ہوتا تھا اور انہیں امام اہل سنت کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ انہوں نے گکھڑ کی جامع مسجد کے علاوہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں نصف صدی سے زیادہ عرصے تک تعلیم وتدریس کے فرائض سرانجام دیئے اور پاکستان' بنگلہ دیش' بھارت' برما' افغانستان' ایران اور دوسرے متعدد ممالک میں ان کے شاگردوں کی تعداد تیس ہزار سے زائد شمار کی جاتی ہے جبکہ دنیا بھر میں ان کے شاگرد اور معتقدین موجود ہیں اور مختلف شعبوں میں دینی خدمات میں مصروف ہیں۔

مولانا سرفراز خان صفدر ۱۳۳۲ میں ہزارہ صوبہ سرحد کے مقام کڑمنگ میں جناب نور احمد خان مرحوم کے گھر پیدا ہوئے' مختلف مقامات پر دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند چلے گئے جہاں انہوں نے اپنے بھائی مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے ہمراہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دیگر ممتاز اساتذہ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی اور اس کے بعد گکھڑ آ کر دینی و علمی خدمات میں مصروف ہوگئے۔

وہ مختلف دینی و علمی موضوعات پر پچاس کے لگ بھگ ضخیم علمی کتابوں کے مصنف تھے اور انہیں پوری دنیا میں اہل سنت کے دیوبند مکتب فکر کا علمی ترجمان سمجھا جاتا تھا۔ انہیں خواب میں تین بار سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ وہ نقشبندی سلسلہ میں حضرت مولانا حسین علیؒ کے خلیفہ مجاز اور پیر طریقت تھے اور ہزاروں افراد نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ انہوں نے تحریک آزادی میں جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا اور پاکستان میں نفاذ شریعت اور تحفظ ختم نبوت کی تحریکوں میں بھی سرگرم کردار ادا کیا۔ وہ ۱۹۵۳ کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ کی تحریک نظام مصطفیٰ میں کئی ماہ تک جیل میں رہے اور دیگر متعدد دینی تحریکات میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ وہ طویل عرصہ تک جمعیۃ علماء اسلام کے ضلعی امیر رہے اور ان کا شمار حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ' حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے قریبی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے جب ان سے ایف ایس ایف کے کمانڈر نے کہا کہ اگر انہوں نے ریڈ لائن عبور کی تو انہیں گولی ماردی جائے گی تو وہ کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ریڈ لائن کراس کر گئے اور کہا کہ مسنون عمر پوری کر چکا ہوں اور اب شہادت کی تمنا رکھتا ہوں۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر مولانا فضل الرحمٰن نے جو ان دنوں مکہ مکرمہ میں ہیں آج صبح فون پر حضرت مرحوم کے بڑے صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی سے تعزیت کی اور کہا کہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی پون صدی پر محیط علمی و دینی خدمات ہم سب کیلئے مشعل راہ ہے اور ان کی وفات سے تمام دینی حلقوں کو بالعموم اور دیوبند مکتب فکر کو خاص طور پر بہت بڑے نقصان اور صدمہ سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ حرمین وشریفین میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کیلئے دعاؤں کا سلسلہ صبح سے جاری ہے۔

آہ!!! میرے مرشد میرے شیخ!

تحریر
طاہر قیوم چوہدری

لگ بھگ 31/32 سال قبل کی بات ہے جب راقم الحروف مدرسہ نصرۃ العلوم میں حصول علم کی غرض سے داخل ہوا اور تقریباً آٹھ سال تک میں اپنے حضرات شیخین حضرت اقدس مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ اور میرے مربی میرے محسن میرے استاذ' میرے مرشد کامل اور شیخ وقت محدث عرب وعجم حضرت اقدس حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ جیسے اکابرین صلحاء وقت کے قدموں اور جوتوں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی جو میرے لئے سب سے بڑا سرمایہ حیات اور باعث فخر ہے میں آج جو کچھ بھی ہوں اپنے ان اکابرین کے جوتوں کے صدقے ہوں ورنہ من آنم من دانم میں نے آٹھ سال کے طویل عرصہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی کبھی مدرسہ نصرۃ العلوم میں چھٹی نہیں دیکھی۔ بارش ہو' اندھیری ہو' گرمی ہو یا سردی آپ بروقت مدرسہ پہنچتے تھے۔ نہ ایک منٹ لیٹ نہ پہلے! شروع شروع میں حضرت شیخ پبلک ٹرانسپورٹ پر گکھڑ سے گوجرانوالہ مدرسہ نصرۃ العلوم تشریف لاتے معمول یہ تھا کہ آتے ہوئے سب سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی حضرت صوفی صاحبؒ کے گھر سے پانچ منٹ کیلئے ہو کر آتے اور بعض دفعہ اسباق سے فارغ ہوکر واپسی پر جاتے۔ یہ آخر وقت تک معمول رہا دونوں بھائیوں میں بڑا پیار محبت اور احترام کا رشتہ تھا۔

حضرت شیخ کا تکیہ کلام تھا جس کو بھی بلاتے سنگی کہہ کر بلاتے انتہائی پابند وقت' پابند شریعت' پابند سنت تھے فرائض کا تو کیا کہنا' بڑی ہی نفیس طبیعت کے مالک تھے ہمیشہ سفید سوٹ شلوار قمیض زیب تن کیا کرتے۔ قمیض کی سامنے کی جیب اور بین پر مشینی دھاگے سے سلائیاں سی ہوئی ہوتی تھیں۔ سامنے والی جیب میں ایک قلم اور تعویزات کیلئے کاغذات ہوتے ایک اندر کی جیب ہوتی جس میں زنجیر والی گھڑی ہوتی۔ سر پر پگڑی یا پھر کپڑے کی سادہ سفید ٹوپی پہنتے جو آپ کے نورانی وروحانی چہرے کو چار چاند لگا دیتے۔ نظر قریب ودور کی دونوں کمزور تھیں اس لئے ہمیشہ صاف ستھری عینک پہنتے۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسی صاف ستھری نفیس شخصیت نہیں دیکھی۔ کیا نفاست' کیا صفائی اللہ اللہ۔

آپ انتہائی ملنسار' خوش اخلاق اور مہمان نواز تھے۔ زمانہ طالب علمی میں راقم الحروف اور برادرم مولانا ظہور احمد رانجھا حضرت شیخ سے ملنے گکھڑ چلے گئے آپ ہم سے بغلگیر ہوکر ایسے ملے جیسے مہینوں کے بچھڑے باپ بیٹے ملتے ہوں آپ نے ہمیں بیٹھک میں بٹھایا اور خود باہر تشریف لے گئے۔ جب دس پندرہ منٹ تک آپ تشریف نہ لائے تو ہم سمجھے شاید حضرت ہمیں بٹھا کر بھول گئے یا کسی اور کام میں مصروف ہوگئے۔ ہم واپسی کیلئے گھر سے باہر نکلے تو حضرت شیخ کو ہم نے دیکھا جو ہمارے لئے دکان سے دو بوتلیں پانی لیکر آ رہے تھے اور فرمایا سنگیوں کتھے چلے او یعنی کہاں چلے ہو میں تو تمہارے لئے پانی لیکر آیا ہوں کیونکہ کوئی بچہ وغیرہ گھر پر نہیں تھا میں نے کہا مہمان خالی نہیں جانا چاہیے۔ یہ تھے میرے شیخ' یہ تھیں ان کی شفقتیں اور محبتیں۔ دنیا میں کوئی ایسا کسی کا شیخ ہوسکتا ہے نہیں! یہ وصف اللہ نے میرے شیخ کو ہی دیئے تھے۔ اے اللہ میرے شیخ کی تمام دینی و دنیاوی خدمات کو قبول فرما۔ آمین ثم آمین!

www.ahnafmedia.com